1986
1406
8
مئی ۸۶

قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی (القرآن الحکیم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا

المجاہد من جاہد نفسہ (حدیث شریف)

مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے

ماہنامہ المرشد چکوال

بیادِ

شیخ العرب والعجم صدیق دوراں مجدد طریقت مجتہد فی التصوف بحر العلوم شریعت

امام اولیاء شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ حضرت العلام قلزم فیوض برکات

اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

دار العرفان منارہ ضلع چکوال

ماہنامہ المرشد چکوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

رحمتوں اور برکتوں کا خزانہ

شعبان کا چاند آخری منازل طے کر رہا ہے۔ یہ وہ مبارک مہینہ ہے جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مہینہ فرمایا ہے۔ بے شمار برکتوں کا مہینہ اختتام پذیر ہو رہا ہے۔ مگر ساتھ ہی آنے والا مہینہ بھی انعامات و اکرام کا خزانہ لٹانے آ رہا ہے جو بے حد و بے حساب ہیں۔ مگر ان انعامات کا مستحق صرف مسلمان کو ٹھہرایا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

یا ایھا الذین امنو کتب علیکم الصیام ۔۔۔ لعلکم تتقون ط

"اے ایمان والو! روزہ تم پر فرض کیا گیا ۔۔۔ تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ"

اس ماہِ مبارک کی سب سے بڑی برکت یہی ہے کہ آدمی پرہیزگار بن جاتا ہے۔ روحانیت بامِ عروج پر پہنچ جاتی ہے۔ ضروریاتِ بشریہ کے باوجود انسان اپنے مالک کے حکم کا ایسا پابند ہوتا ہے کہ پانی موجود پیاس کی شدت مگر پیتا نہیں۔ صبر کئے ہے کیوں؟ احکم الحاکمین کا حکم ہے مت پی جب اجازت ہوگی پی لوں گا۔

نیند کا غلبہ ہے رات ڈھلنے کو ہے، جی چاہتا ہے کہ خوابِ خرگوش کے مزے لے مگر مسلمان جاگ اٹھا ہے۔ سحری کی تیاری شروع ہے۔ بھئی کیا بکھیڑے ہے کہ رات کو بے آرام ہو رہا ہے، رات تو آرام کے لئے ہے مگر جواب آتا ہے کہ مالک کا حکم ہے سفیدۂ سحر سے پہلے روزہ میں داخل ہو جا کھا پی لے جب سفید دھاری رات کی سیاہی سے نکل کر صبح صادق کا پیغام دینے آئے تیرا روزہ شروع ہو چکا ہوگا۔ اس لئے آرام بھی مالک کی مرضی کے تحت ہی کروں گا۔ جب مالک کا حکم ہوگا سو جاؤں گا، جب جاگنے کا کہے گا جاگ جاؤں گا۔

اب رات کی سیاہی دوبارہ لوٹنے تک مسلمان کی کوئی خواہش اپنی نہیں جونہی رات کی سیاہی ظاہر

ظاہر ہوئی انسان کو چھٹی مل گئی کھائے پئے آرام کرے ... جب پورا مالک کے احکام کا پابند ہوگا تو پھر تنقون کے انعام سے نوازا جائے گا اور یہی نہیں بلکہ فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ رب العزت فرماتا ہے روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کا اجر ہوں۔ پرہیزگار کیا بنایا کہ اپنی ذات ہی حوالے کر دی کیا خوب انعام ہے۔ جسے خدا مل گیا اُسے خدائی مل گئی بقول شخصے۔

تو ہم گردن از حکم دا در پیچ ۔ نہ پیچید گردن ز حکم تو ہیچ

کتنا بدنصیب ہے وہ شخص جو اپنے آپ کو مسلمان بھی کہے اور اُمت محمدیہ کا دعویدار بھی ہے۔ مگر انعامات الٰہیہ کی تقسیم جاری ہے اور وہ محروم۔ ادھر اعلان ہو رہا ہے۔ اے ایمان والو روزہ تم پر فرض کیا گیا ہے اُدھر روزہ کا مذاق اڑایا جا رہا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کا زبانی دعوی کرتے والا احاطہ ایمان میں مکمل داخل ہی نہیں ہوا اور اپنے اوپر "اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ" کی حد لگائی ہی نہیں جس طرح دروازے پر پردہ لٹکا کر کھانے پینے میں مصروف ہے اسی طرح نہاں خانۂ دل میں ایمان پر بھی پردہ ڈالے ہوئے ہے۔ ایمان کا تقاضا تو یہ تھا کہ ذات باری کا اعلان سنتے ہی سر تسلیم خم کر دیتا اور انعامات الٰہیہ جھولیاں بھر بھر کر حاصل کرتا۔ کیونکہ خداوند عالم نے بخشش رحمت اور مغفرت کے خزانوں کے منہ کھول دیئے ہیں۔ جتنا کوئی چاہے لے سکتا ہے، اب محروم رہنے والا ایسا حرمان نصیب کہ اس نے رب جلیل کا اعلان تسلیم ہی نہیں کیا ورنہ اتنے عظیم انعامات کو کون چھوڑتا۔ ایک فرض پڑھے تو ثواب ساٹھ گنا، نفل پڑھے تو فرض پڑھنے کا ثواب، تلاوت کرے تو بخشش بے حساب خیرات کرے تو نوازش لاجواب سے سرفراز ہو۔ اور پھر ایک رات ایسی بھی عنایت فرمائی جس کی عبادت ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اللہ اللہ کتنا عظیم انعام ہے کہ ایک رات کی عبادت کا ثواب ہزار مہینوں سے بہتر ہے تو پھر کیا چاہیئے کہ اس عمر ناپائیدار میں جو خزانہ عمر بھر کے اعمال جمع نہ کر سکیں وہ رمضان کی ایک رات میں عنایت ہو رہا ہے

اے مسلمان سوچ کا دھارا بدل خدا تجھے جنت کی طرف بلاتا ہے اور تو خواب غفلت کے مزے لیتا ہے اس سے زیادہ اور کیا بدبختی ہے کہ مالک کی رضا کو چھوڑ کر ناراضگی مول لی جائے۔

حکومت اسلامی پر بھی رمضان کا احترام کرنا اور کرانا فرض ہے کیونکہ اسلام نے سلطان عادل کو ظل اللہ کہا ہے تو پھر اللہ کے سایہ میں اُس کے احکام کی خلاف ورزی کچھ زیب نہیں دیتی۔

عبدالغفار ملک

افہام و تفہیم

ابوسعید

سوال: میرے ایک دوست ہیں وہ ہر بات کی تہہ تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ اتھارٹی قرآن پاک یا مصدقہ حدیث مبارکہ کی انہیں ہر بات کے لئے ضرورت ہے۔ ان کے چند سوالات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) تصوف کا تذکرہ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں دکھائیں۔

(۲) ان عملوں (ذکر پاس انفاس) کو اس طرح کرنے کا مسئلہ کس طرح شروع ہُوا۔

(۳) حدیث جبریل میں لفظ احسان کو تصوف بتایا گیا ہے مگر احسان کے یہ معنی کیسے اور کیونکر بنائے گئے جبکہ بظاہر احسان عدل یا حسن سلوک وغیرہ کو ظاہر کرتا ہے۔

(۴) دین کی تکمیل تو نبی پاک ﷺ کے عہد مبارک میں ہو چکی تھی تو یہ سب کچھ جو ہم یا دوسرے صوفیاء نے کیا یا کر رہے ہیں۔ کیا یہ دین میں اضافہ نہیں۔

الجواب

محترمی جناب کرنل صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے دوست کا معمول بڑا قابل تحسین ہے۔ اس سلسلہ میں چند اصولی باتیں پیش نظر رکھنی چاہئیں۔

۱۔ یہ علم وفن کی بات اس علم یا فن کے ماہر سے پوچھنی چاہیئے کیونکہ اس میں وہی اتھارٹی ہوتا ہے۔

۲۔ ہر علم اور فن کی خاص اصطلاحات ہوتی ہیں۔ ان کا وہی مفہوم لینا چاہیئے جو اس علم یا فن کے ماہرین نے مقرر کیا ہے۔

۳۔ آئین پاکستان کی تشریح تفسیر یا تعبیر وہی مستند اور مقبول ہوتی ہے جو ہائی کورٹ کا کوئی جج کرے، اور ہائی کورٹ کا جج وہ ہو سکتا ہے جو کم از کم دس سال ہائی کورٹ میں ایڈووکیٹ رہا ہو۔ اگر کسی ہائی کورٹ میں کسی شق کی تعبیر میں اختلاف ہو تو وہ تعبیر مستند ہو گی جو سپریم کورٹ کا جج کرے گا۔ اور سپریم کورٹ کا جج وہ بن سکتا ہے جو عرصہ تک ہائی کورٹ کا جج رہا ہو یا پندرہ سال تک ہائی کورٹ میں ایڈووکیٹ رہا ہو۔

۴- ARI یا آرمی کے قوانین کی تشریح وہی مستند ہو گی جو چیف آف دی آرمی سٹاف کرے۔

کیا آپ کسی چیف آف سٹاف کی تشریح کے مقابلے میں کسی سپاہی کی وہ تشریح قبول کریں گے جو ARI کی کسی شق کی کرے دونوں باتوں کا جواب نفی میں ہے۔

ہماری ٹریجڈی یہ ہے کہ زندگی کے ہر معاملے میں پر بھروسہ کرتے ہیں مگر جب دین کا معاملہ ہو تو ہر وہ شخص جس نے سکول میں چند جماعتیں پڑھی ہوں اور اخبارات و رسائل کا مطالعہ کیا اپنی مرضی سے دین کی تعبیر کرے گا اور یوں کرے گا جیسے وہ قرآن و حدیث کا ماہر ہے۔ انسانوں کے بنائے ہوئے قانون کی عبارت اور الفاظ کا مفہوم متعین کرنے کے لئے یہ اہتمام کہ صرف ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کا جج کرے مگر اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول ﷺ کے الفاظ کی تشریح ہر وہ شخص کرنے لگے جو بغیر اعراب کے عربی عبارت پڑھنا بھی نہ جانتا ہو۔ یہاں تو یہ المیہ بھی پیش آیا ہے کہ آدمی عمر بھر انگریز کے دفتر میں کلرکی کرتا رہا ریٹائر ہوا تو مفسر قرآن بن گیا۔

اب ان اصول کو سامنے رکھئے اور اپنے دوست کے خیالات کا تجزیہ کیجئے۔

آپ فرماتے ہیں "حدیث جبریل میں لفظ احسان کو تصوف بتایا گیا ہے مگر احسان کے یہ معنی کیسے اور کیونکر بنائے گئے جبکہ بظاہر احسان، عدل یا حسن سلوک وغیرہ کو ظاہر کرتا ہے"۔

اب یہاں ایک بات اور قابل غور ہے۔

اگر کوئی شخص بیماری کو صحت سمجھے تو منطقی نتیجہ یہ ہے کہ وہ صحت کو بیماری سمجھے گا اسی طرح جو شخص جہالت کو علم سمجھے گا تو یقیناً وہ علم کو جہالت سمجھے گا۔ آپ کے دوست کا یہ بیان جہالت کا شاہکار ہے مگر اسی پر انہیں ناز ہے حدیث جبریل میں جبریل نے تین سوال کئے۔ اسلام کیا ہے، ایمان کیا ہے اور احسان کیا ہے۔ اور آخر میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ جبریل تھا تمہیں تمہارا دین سکھانے آیا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ دین کے تین اجزا ہیں اسلام، ایمان اور احسان۔ یہ تینوں اصطلاحات ہیں۔ دوسری بات کہ احسان کے معنی اللہ کا آخری رسول ﷺ بتائے کہ ان تعبد اللہ کانک تراہ ("اللہ کی عبادت کو اس طرح کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے") اور آپ کے دوست کہیں کہ احسان کے معنی عدل یا حسن سلوک ہے یہ معنی کہاں سے آ گئے۔ مسلمان ہو کر اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے یہ جرأت؟ یہ ان تعبد اللہ کانک تراہ کا وصف پیدا کرنے کا نام ہی تصوف ہے۔

تیسری بات کہ علم کا تقاضا یہ تھا کہ احسان کا مفہوم ان لوگوں سے پوچھا جائے جو علم حدیث کے ماہر ہیں اور جنہوں نے اس علم کے سیکھنے میں عمریں صرف کی ہیں مگر آج کے لوگ یہ اصول صرف میڈیکل سائنس انجینئرنگ مکینکل سائنس میں اختیار کرتے ہیں دین کے معاملے میں وہ خود اتھارٹی بن جاتے ہیں۔

لہٰذا عقل کا تقاضا یہ ہے کہ احسان کا مفہوم جو دین کی اصطلاح ہے شارحین حدیث سے پوچھا جائے۔

اسی تصوف یا احسان کا قرآنی نام تزکیہ ہے۔ اور تزکیہ وہ وصف ہے کہ فلاح کا دارومدار اسی پر ہے۔ تزکیہ کے حاصل کرنے کا ذریعہ ذکر اسمِ رب ہے قرآن میں ارشاد ہے قد افلح من تزکّٰی و ذکر اسم ربہ . . . . .

اور ذکر اسم الٰہی اتنی اہمیت کا حامل ہے کہ تمام عبادات میں صرف یہی ایک عبادت ہے جس کے لئے قرآن کریم نے کثیر کی قید لگائی ہے۔ اذکروا اللہ ذکراً کثیرا۔ اور یہ اتنا اہم ہے کہ اللہ کے آخری رسول کی محنت مشقت اور عبادت کی اللہ تعالیٰ اتنی قدر کرتا ہے کہ اپنی کتاب میں اس کا ذکر فرمایا کہ ان لک فی النہار سبحاً طویلا۔ لیکن فرمایا اس کے باوجود واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا۔ یعنی مانا میرے حبیب تو بہت عبادت کرتا ہے مگر بات جب بنے گی جب تو تبتل کے ساتھ ذکر اسم ذات کرے گا۔ خدا جانے آج احباب کی عبادت قدر و قیمت میں رسول کریم سے کیسے بڑھ گئی کہ انہیں ذکر الٰہی کی ضرورت ہی نہیں رہی۔

ذکر الٰہی بالخصوص ذکر قلبی کی اہمیت کا اندازہ تو قرآن کریم کی اس آیت سے ہو جاتا ہے کہ اللہ نے حکم دیا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا۔ یعنی جس کے قلب کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا اس کی بات بالکل نہ ماننا۔

مگر ممکن ہے آپکے دوست کسی غلط فہمی کی بنا پر یہ سوال کرتے ہوں اس لئے آگے چلتے ہیں۔

قرآن کریم میں ولا تطع چھ جگہ آیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے چھ قسم کے لوگوں کی بات ماننے سے منع فرمایا۔ تو ریاضی کی مساوات کے مطابق وہ چھ قسم کے لوگ یکساں ہوئے۔ سنئے۔

(۱) ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا (الکہف)
(۲) فلا تطع الکافرین۔ (الفرقان)
(۳،۴) ولا تطع الکافرین والمنافقین آیت نمبر ۱، ۴۸ (الاحزاب)
(۵) فلا تطع المکذبین (القلم)
(۶) ولا تطع کل حلاف الخ (القلم)

اب آپ ذرا ذکر قلبی سے غفلت کرنے والوں اور ان سب کو ایک لائن میں فال ان کرکے دیکھیں، یہاں سائز تک بائی دا رائیٹ کی ضرورت نہیں سب برابر قد کے ہیں۔

اور ذکر کے متعلق قرآن کی ۸۰ کے قریب آیتیں ہیں۔

رہا یہ سوال کہ ذکر کو اس طرح" کرنے کا مسئلہ کس طرح شروع ہوا تو اس کے متعلق اس حقیقت کو سامنے رکھیں کہ ذکر الٰہی کا مقصد تزکیہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی نگاہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر رکھی تھی کہ جس مومن پر ایک نگاہ پڑ گئی اس کا تزکیہ اس درجے کا ہوا کہ ایک سیکنڈ میں صحابی بن گیا صحابیت تزکیہ کا اعلیٰ ترین مقام ہے اتنا بلند کہ قیامت تک پیدا ہونے والے اولیاء اللہ کے مجاہدوں سے جو تزکیہ حاصل ہو اس سب کو جمع کیا جائے تو ادنیٰ صحابیؓ کی جوتی کی خاک کے برابر بھی نہیں پہنچتا۔ اس لئے حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں تزکیہ کے لئے کسی نئے مسئلہ کے شروع کرنے کی ضرورت نہیں تھی پھر کیسے ضرورت پڑی؟ ایسے ہی کہ جب سورج غروب ہو جائے تو لیمپ تلاش کرنے

ضرورت پڑتی ہے اور اگر اسے ماڈرن طریقے سے بیان کرنا ہو تو یوں کریں گے کہ:

کسی چیز کو مقناطیس کرنے کے چار طریقے ہیں۔

۱۔ الیکٹرک کرنٹ اس میں گزارو ایک سکینڈ میں مقناطیس بن جائے گا

۲۔ اگر الیکٹرک کرنٹ نہیں تو سنگل ٹچ سسٹم ہے۔

۳۔ یا ڈبل ٹچ سسٹم ہے۔

۴۔ یا انڈکشن ہے یعنی مقناطیس کے ٹکڑے کے پاس لوہے کا ٹکڑا رکھ دو پڑے پڑے مقناطیس بن جائے گا

تزکیہ کی بھی یہی صورت ہے حضور اکرم ﷺ کی نگاہ الیکٹرک کرنٹ تھی جس پر پڑی، مقناطیس بن گیا جب وہ کرنٹ نہ رہی تو ذکر دوضربی ذکر چار ضربی ذکر پاس انفاس یعنی سنگل ٹچ سسٹم اور ڈبل ٹچ سسٹم کے ذریعے مقناطیس بنایا اور انڈکشن یعنی صحبت شیخ سے یہی تزکیہ کا عمل ہونے لگا۔

یا پھر یوں کہیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو جہاد تیروں تلواروں اور نیزوں سے ہوتا تھا یہ گن، مشین گن فائٹر بمبر، میزائل کا مسئلہ کیسے شروع ہو گیا یا پھر یوں کہیے کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں تو صرف قرآن کریم کی تعلیم ہوتی تھی اب یہ دارالعلوم کھولنے اور ان میں صرف نحو، منطق معانی فقہ، حدیث، تفسیر وغیرہ علوم اور ان علوم کی بیسیوں کتابیں پڑھانے کا مسئلہ کب شروع ہو گیا۔

یا یوں کہیے کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں تو تبلیغ صرف زبانی ہوتی تھی۔ اب یہ اخبارییں، رسالے پمفلٹ اشتہار ریڈیو ٹی وی کے ذریعے تبلیغ کرنے کا مسئلہ کیسے شروع ہو گیا۔

یا پھر یوں کہیے کہ علاج کا سیدھا سادا طریقہ تھا کہ دوا کھائی یا پیو۔ یا انجکشن کرے اور الیکٹرک شاک لگانے کا مسئلہ کیسے شروع ہو گیا۔

ان سب سوالوں کا آسان جواب یہ ہے کہ ان میں سے ہر فن کے ماہرین نے اپنے فن میں تحقیق کرنے میں عمریں صرف کیں اور انسانیت کی بقا اور حفاظت کے لئے یہ طریقے تجویز کئے۔ اختیار کئے آزمائے اور مفید پائے۔ اور یہ سارا ریسرچ کا کام انہوں نے ہر علم ہر فن کے بنیادی اور رہنما اصولوں کی روشنی میں کیا۔

اب اگر کوئی کہے کہ قرآن اور حدیث میں تصوف کا اور ذکر پاس انفاس کا کہاں ذکر ہے تو یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے کوئی کہے قرآن و حدیث میں تفسیر جلالین کا، ترمذی شریف کا ہدایہ اور کنزالدقائق کا شرح جامی کا شمس بازغہ کا کتاب المصرف کا اور نحو میر کا کہاں ذکر ہے

یا یہ کہے کہ قرآن و حدیث میں رسالہ البلاغ اور بینات کا لاؤڈ سپیکر اور ٹی وی کا کہاں ذکر ہے۔

یا یہ کہے کہ قرآن و حدیث میں بستر اٹھا کے گھر سے نکلنے جماعت بنانے دوسرے گاؤں میں جانے رات مسجد میں رہنے عصر کے بعد مسلمانوں کے دروازے کھٹکھٹانے مغرب کے بعد بیان کرتے اور پینسل کاغذ لے کر نام لکھوانے کا مطالبہ کرنے کا کہاں ذکر ہے۔ (باقی ص ۲۵ پر)

اسرار التنزیل

خطبہ جمعۃ المبارک شیخ المکرم حضرت مولانا ملک محمد اکرم صاحب دامت برکاتہم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

مذہب کی ضرورت

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جہاں تک انسان کی تاریخ ہے وہاں تک انسان کے ساتھ مذہب موجود ہے تاریخ میں زمانے ایسے لوگ ملتے ہیں جہاں انسانی تہذیب انسانوں میں نہیں ملتی ان کی زندگی جانوروں کی طرح غاروں میں اور پہاڑوں اور جنگلوں میں بسر ہوتی نظر آتی ہے لیکن ان جنگلوں میں بھی ان کی زندگی میں بھی مذہب کے نام سے ان میں کوئی چیز ضرور موجود ہوتی ہے خواہ وہ کوئی رسم ہو خواہ وہ کسی سانپ کی پوجا کر رہے ہوں کسی درخت کو پوج رہے ہوں کسی انسان کی بات سن رہے ہوں مذہب ضرور ہوتا ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جس طرح باقی ضروریات ہیں مذہب بھی انسانیت کی ضرورت ہے

اب رہی یہ بات کہ مذہب کے نام پر انسانیت کو کیتنے فریب دیے گئے اور کہاں کہاں اُسے واقعی مذہب نصیب ہوا تو اس پر بھی کسی خارجی دلیل کی ضرورت نہیں ہے کہ جیشہ حق وہیں نصیب ہوا جہاں اللہ کے نبی مبعوث ہوئے اللہ کے رسول مبعوث ہوئے انبیاء کے علاوہ جس کسی نے بھی انسانی کمزوری سے فائدہ اٹھایا مذہب کے نام پر مختلف ایسے طریقے ایجاد کیے جن کی بدولت چند لوگ عیش کرتے رہے اور باقی ان کی خدمت کرتے رہے۔

نظام ربوبیت

نظام ربوبیت میں جس طرح تعمیر وجود کے لئے بے شمار وسیع نظام قائم ہیں اور سورج سے لیکر ایک ادنیٰ سی ٹپکنے والی بوند تک ہوا کے ایک ہلکے سے جھونکے سے لیکر برف و باد کے طوفانوں تک ساری چیزیں اس عالم آب وگل کی صنعت اور تخلیق میں ہمہ وقت لگی ہوئی ہیں اور اس ساری صنعت ساری تخلیق کا ماحاصل کیا ہے؟

وخلق لکم الارض جمیعا - کوئی درخت ہے یا جھاڑی کوئی جانور ہے یا پرندہ ہے۔ کوئی پانی کا جانور کوئی شے بھی ہے نتیجۃً ان سب کی محنت محض انسانی

وجود کی تعمیر پہ لگی ہوئی ہے،

اسی طرح سے روح کی تعمیر کے لئے رب کریم نے ایک روحانی نظام تعمیر فرمایا جسے ہم مذہب کے نام سے یاد کرتے ہیں اور جوں جوں جہاں جہاں جتنی جتنی ضرورت سمجھی گئی وہاں اتنی نورانیت اللہ جل شانہٗ نے نازل فرمائی مختلف اقوام میں مختلف اوقات میں انبیاء الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے۔

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ اولوالعزم رسول ہیں اللہ کے۔ تو جہاں وہ تشریف رکھتے تھے درمیان میں ایک چھوٹا سا دریا تھا اُس کے پار ہود علیہ السلام کی بستیاں تھیں تو اُس نالے یا دریا کے اِس طرف تو اطاعت فرض تھی ابراہیم علیہ السلام کی لیکن اُس نالے کے اُس پار نبوت تھی ہود علیہ السلام کی اور اُس کنارے بسنے والوں کے لئے اُن کی اطاعت فرض تھی، لیکن وہ زمانے ایسے تھے وہ دور ایسے تھے کہ لوگ جہاں پیدا ہوتے انہیں بستیوں میں عمریں بسر کر کے دنیا سے گزر جاتے اور بہت کم ایسے ممالک یا ایسے افراد ملتے جو دنیا کا یا دور دراز کا سفر اختیار کرتے۔

ضرورت اور ضرورت مند

خداوند عالم ہمیشہ ضرورت مند سے پہلے اُس کی ضرورت کا سامان مہیا فرمایا کرتے ہیں اُس کی ربوبیت کی شان ایسی ہے کہ ضرورت مند بعد میں آتا ہے اور تکمیل ضرورت کا سامان پہلے مہیا ہو جاتا ہے جب اللہ جل شانہٗ نے انسانی ذہن کو اتنی وسعت دینی چاہی کہ وہ اس کائنات کو مسخر کر سکے اور زمین کی طنابیں کھینچ دے ایک لمحے میں ایک انسان ایک ملک سے دوسرے ملک چلا جائے یا چند گھنٹوں میں چند دنوں میں روئے زمین کا سفر کرے تو جب یہ قوت پرواز متوقع کی جا رہی تھی بلکہ جب لوگوں کے ذہن میں بھی یہ بات نہیں آئی تھی تو اللہ کریم نے عالمگیر نبوت عطا کر دی۔ اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر بیک وقت روئے زمین پر بسنے والے سارے انسانوں کے لئے ایک ہی نبی ایک ہی قانون ایک ہی کتاب نازل فرما دی اور پھر ایسے اولوالعزم لوگ پیدا فرمائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کے لئے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دیا۔

یہ یاد رکھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت یا مصاحبت بھی وہبی ہے یہ بھی اتفاقاً نہیں ہوئی بلکہ جس رب العالمین نے آپ کو خصوصاً نبوت سے سرفراز فرمایا آپ کو تخلیق ہی اس منصب عالی کے لئے فرمایا اسی طرح آپ کی رفاقت کے لئے بھی مخصوص لوگوں کو تخلیق فرمایا رب العالمین نے۔ بے شمار دلائل ہیں اس پہ۔ ان میں ایک میں یہاں عرض کروں کہ جس طرح خداوند کریم نے پہلی کتابوں میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف بیان فرمائے۔ پہلی امتوں پر فرض قرار دیا وہ اپنے نبی کے ساتھ حضور کی نبوت پر ضرور ایمان لائیں آپ جب بھی

مبعوث ہونگے اللہ کے برحق نبی ہونگے۔

اسی طرح حضورؐ کے صحابہ پر بھی ایمان لانا پہلی اُمتوں پر فرض قرار دے دیا گیا اور اُن کے اوصاف بھی اُن کتابوں میں من وعن ایسے بیان فرمائے کہ عیسائیت کے جو علم رکھنے والے لوگ تھے وہ حلیہ اور عادات دیکھ کر پہچان لیتے تھے کہ یہ شخص محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہے۔ تو گویا اللہ جل شانہٗ ایسے ہی افراد پیدا کرنا چاہتا تھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت کے لئے جن کی خبر اس نے پہلے دے دی اور پھر عقل حیران ہو جاتی ہے کہ اس دور میں جب ذرائع رسل و رسائل نہیں تھے انہوں نے واقعی پوری دنیا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو پہنچا کر دم لیا۔ حضورؐ کی نبوی زندگی تیئس ۲۳ سالہ ہے تیئس ۲۳ برس بعثت کے بعد آپ اس دارِ فانی میں تشریف فرما رہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے ٹھیک تیئس ۲۳ سال بعد دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جو اسلام سے ناآشنا ہو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس نعمت کو اتنے ہی عرصہ میں روئے زمین پر پھیلا دیا،

صحابہ کی عظمت

ان کا ایک ایک کارنامہ اتنا عظیم تھا کہ پوری دنیا اُس سے واقف ہو گئی کہ یہ کیا لوگ ہیں کیا کہتے ہیں کیا چاہتے ہیں کیا کرتے ہیں اسی پیغام کی نسبت ارشاد ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب حجۃ الوداع پر تشریف لے گئے

"کہ جو موجود ہیں وہ یہ پیغام ان تک پہنچائیں جو موجود نہیں" حجۃ الوداع کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسّی سے ایک یا دو دِن اوپر اسی دارِ فانی میں جلوہ افروز رہے۔ اس موقع پر عرفات میں جب آپ تشریف فرما تھے اسی آیت کریمہ کا نزول ہوا۔

تکمیل دین

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

اور یہ سند بھی اسی اُمت کی سرفرازی کے لئے تھی اور اسی امت کا حصہ تھی کہ خداوند عالم نے اعلان فرما دیا کہ اے لوگو اے نوع انسانی آج کے دن تمہارے لئے دین مکمل کر دیا گیا اس میں کوئی مزید ترمیم نہیں ہوگی کوئی نیا نبی نہیں آئے گا کوئی نئی کتاب نہیں آئے گی کوئی نیا مذہب آسمان سے نہیں اُترے گا کوئی نیا طریقہ عبادت نہیں ہوگا کوئی نیا طریقہ بیع وشرعی نہیں ہوگا کوئی نئی فقہ نہیں آئے گی کوئی نیا امام نہیں آئے گا۔ کوئی نئی بات نہیں ہوگی

اکملت لکم دینکم تمہارا دین آج مکمل کر دیا گیا اور ایسا مکمل کیا اتممت علیکم نعمتی کہ بڑی سے بڑی نعمت جو انسانیت اپنے خالق سے لے سکتی ہے وہ تم پر تمام کر دی گئی یعنی اس سے زیادہ مخلوق اپنے خالق سے کوئی بڑا انعام نہیں لے سکتی

اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

یہ بشارت سن کر صحابہ کرامؓ بہت خوش ہوئے یہ بہت بڑی بات تھی قیامت تک کے لئے دین مکمل کر دیا گیا

اور اللہ کا انعام تمام ہوا بہت بڑی نعمت عطا فرمائی گئی۔ جب بھی کوئی اہم بات ہوتی تھی تو صحابہ کرام کی نگاہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جاکر ٹھہرتی تھی تو سب نے نگاہ دوڑائی کہ کہیں صدیق اکبر نظر آئیں تو انہیں مبارک دیں ان سے بات کریں تو دیکھا ایک کونے میں بیٹھے ہیں اور آنسو رواں ہیں انہوں نے عرض کی حضرت خوشی کا مقام ہے ہم تو مبارک عرض کرنے کے لئے آپ کو تلاش کر رہے تھے آپ ایک کونے میں چھپے ہیں اور رو رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ بات تو خوشی کی ہے لیکن اسی خوشی کے ساتھ ایک خبر اور بھی ہے کہ جب دین مکمل ہو گیا تو پھر دین پہنچانے والا اس دارِ فانی میں کب رہے گا یعنی اس میں مجھے تو یہ خبر نظر آتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چشم عالم سے پردہ فرما جائیں گے اور وہی بات ہوئی اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین مہینے سے کم عرصہ دارِ فانی میں رہے پھر دار بقا کو تشریف لے گئے

تو گویا نبی کا دنیا سے سفر فرمانا باب نبوت کو بند کر دیتا ہے اور آپ سارے قرآن کریم پہ نگاہ ڈالیے تو آپ کو حضورؐ کے ساتھ آپؐ سے پہلے مبعوث ہونے والے نبیوں پر ایمان لانا ضروریات دین نظر آئے گا،

ختم نبوت

یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک ۔

من بعد کی بات قرآن میں نظر نہیں آئے گی۔ یہ ماننے والے آپ کو مانیں آپ سے پہلوں کو مانیں آپ سے پہلی کتابوں پہ ایمان لائیں لیکن پورے قرآن میں آپ کو یہ بات نہیں ملے گی کہ آپ کے بعد بھی کسی آنے والے کو ماننا ضروری ہے۔ یعنی کوئی بعد میں آنے والا ہے ہی نہیں،

دین کیا ہے

دین ان عقائد، عبادات اور معاملات کا نام ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائے دین ان اعمال کا نام ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہنچایا ہوا طریقہ ہی دین ہے اس میں بڑھانا بھی دین نہیں ہے اور اس میں کمی کرنا بھی دین نہیں ہے کسی کو یہ اختیار نہ رہا کہ اس پر کوئی ایک نقطہ بڑھاتا یا گھٹاتا۔

یکلخت جو حالات پیش آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر آخرت کے بعد ۔۔ شاید آپ یہ اندازہ کر سکیں کہ پوری دنیا کا کفر اسلام کی اس روز افزوں پنپتی ہوئی سلطنت کی ہیبت سے دب رہا تھا مگر جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر عام ہوئی تو منافقین سے لیکر کفار تک بیک وقت کھڑے ہو گئے کسی نے زکوٰۃ کا انکار کر دیا کسی نے ارتداد کا اعلان کر دیا کسی نے اپنے نبی ہونے کا اعلان کر دیا اور کافر ریاستیں اس بات کو دیکھنے لگیں کہ اب اس چھوٹی سی سلطنت کو تو یہی اپنے ہی لوگ کافی ہیں اور اگر ان سے بچ نکلی تو ہم ان سے نبٹ لیں گے اور یہ اتنا سخت ترین لمحہ تھا اسلام پر کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد پھر آج تک ایسا لمحہ نہیں آیا۔

ابوبکر صدیقؓ کی عظمت

سیدنا ابوبکر صدیقؓ اگرچہ وجود میں نحیف و نزار تھے اور عمر رسیدہ آدمی تھے خمیدہ کمر تھے لیکن آپ نے فوراً مرتدین کے خلاف بھی جہاد کا اعلان فرما دیا منکرین زکوٰۃ کے خلاف بھی وصولی زکوٰۃ کا اعلان فرما دیا اور مدعیان نبوت کے خلاف بھی جہاد کا اعلان فرما دیا۔ اکثر صحابہ نے عرض کی حضرت یہ جنگی قاعدے کے خلاف ہے ہمارے پاس مٹھی بھر جانثار ہیں اور بیک وقت اتنی سمتوں میں ہم کیسے لڑ سکیں گے جب کہ ابھی فارس اور قیصر دروازے پر بیٹھے ہیں اور وہ دیکھ رہے ہیں کہ انہیں کب موقع ملے ہم انہیں مسل دیں تو آپ اِن سے کسی کے ساتھ سمجھوتہ کر لیں خیر ہے منکرین کو تو چندے برداشت کر لیں مرتدوں سے لڑ لیں اور جو نماز میں رعایت مانگتے ہیں اُن سے سمجھوتہ کر لیں نئی نبوت کا جو اعلان کر رہے ہیں اُن سے لڑ لیں اس طرح سے کوئی طریقہ بنائیں تو آپ نے فرمایا۔

کہ اگر مدینے میں مَیں اکیلا رہ جاؤں اور مجھے یہ خوف ہو کہ مجھے بھیڑیئے پھاڑ کر کھا جائیں گے تب بھی میں ان سب کے خلاف اعلان جہاد کروں گا۔ اور اللہ کی قسم ایک بات میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تک پہنچائی ہے ایک نقطہ کم نہیں ہوگا اور ایک نقطہ زیادہ نہیں ہوگا جب تک ابوبکر زندہ ہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت اس میں ایک نقطہ بڑھا نہیں سکے گی ایک نقطہ گھٹا نہیں سکے گی۔

مانعین زکوٰۃ

اور واقعی آپ نے یہ کر دکھایا کہ دین کیا ہے وہی جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہنچا دیا اب اگر اس میں ان لوگوں نے بھی کوئی چیز کم کرنے کی کوشش کی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مومن ہونے کا دعویٰ رکھتے تھے آپ کے عہد میں اپنے آپ کو مومن کہلاتے تھے اور آپ کے وصال کے بعد بھی ایمان کے مدعی تھے جیسے انہوں نے ایک چھوٹی سی بات نکالی کہ بھئی جو زکوٰۃ مرکز کو ہم دیتے تھے اُس کے لئے تو حضورؐ کی ذات تھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے نبی نہ رہا تو دوسرے غیر نبی کو ہم زکوٰۃ کیوں دیں بھلا ہم دیں نہ دیں ہمارا ذاتی مسئلہ ہے ہم مرکز کو نہیں دیں گے انہوں نے نبوت کا انکار نہیں کیا آپ کی شریعت کا انکار نہیں کیا ایک فعل کی تاویل کی تھی انہوں نے کہ حضورؐ کی ذات ایسی تھی کہ ہم اپنی زکوٰۃ وہاں بھیج دیتے تھے پھر آپ مصارف زکوٰۃ میں سے جس مصرف پر مناسب جانتے خرچ فرما دیتے تھے لیکن آپ کے بعد تو کوئی نبی نہیں ہے کہ ہم اُن کو پیش کریں یہ محض ایک حیلہ تھا ایک عبادت سے فرار اختیار کرتے کا تو اُن کا وہ ایمان جو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائے تھے وہ اُن کے سامنے نہ ٹھہر سکا بلکہ یہ جرم تھا کہ وہ دین میں ایک تاویل ایک ناروا تاویل بڑھانا یا گھٹانا چاہتے تھے یہ جرم اتنا سخت ہو گیا کہ

ان کے ساتھ جہاد کیا گیا ان کے ساتھ قتال کیا گیا اور مرنے والوں کو مرتدوں میں شمار کیا گیا سوائے ان لوگوں کے جن کو توبہ نصیب ہوگئی ان کا جنازہ نہیں پڑھا گیا ان کو مسلمانوں کے ساتھ دفن نہیں کیا گیا کافروں کی طرح انہیں قتل کیا گیا کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین سے ایک بات گھٹانا چاہتے تھے،

مدعیان نبوت عرب میں سب سے سخت ترین علاقہ یمامہ کا ہے وہ لوگ اپنی جگر کڑیل جوان تنومند سخت مزاج تندخو لڑنے والے تھے۔ مسیلمہ نے وہاں اپنی نبوت کا اعلان کر دیا اور جس دن وہ قتل ہوا اس کے ساتھ چالیس ہزار افراد تھے لیکن صدیقی افواج نے انہیں گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا، اور اس بے جگری سے لڑے کہ قلعہ بند مسیلمہ کو دیوار پھاند کر لڑتے بھڑتے فوجوں کے اندر سے جا کر پکڑا اور سر کاٹ دیا۔ ان کا یہ فعل ہی مسیلمہ کی فوج کی شکست کا سبب بن گیا چند جانثاروں سے ایک شخص نے کہہ دیا مجھے اٹھا کر قلعہ کی دیواروں کے اندر کیوں نہیں پھینک دیتے ایک آدمی کو اٹھا کر دیوار کے اندر پھینک دیا گیا تو دیوار کے ساتھ پشت لگا کر اس نے لڑنا شروع کر دیا اور لڑتا لڑتا زخموں سے چور کھسکتا کھسکتا قلعے کے دروازے تک چلا گیا اور اندر سے کنڈا کھول دیا پوری اسلامی فوج قلعے میں داخل ہوگئی۔

اجماع صحابہؓ تو صحابہ کا سب سے پہلا عمل اور سب سے پہلا اجماع صدیقی خلافت کے بعد اسی بات پہ منعقد ہوا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین میں سے کوئی شخص ایک نقطہ گھٹانا چاہے یا بڑھانا چاہے تو اس کے ساتھ قتال فرض ہے جہاد فرض ہے اس کو کبھی نہیں چھوڑا جائے گا۔ چونکہ یہ اتنی بڑی امانت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تاریخ گواہ ہے اللہ کریم نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور خادمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ نصرت فرمائی جسے آج تک کوئی سمجھ نہیں سکا کہ صحراؤں کے سینے سمٹ گئے سمندر پایاب ہوگئے پہاڑوں کی بلندیاں جھک گئیں اور اس سیل رواں کو کوئی روک نہ سکا۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کوئی طاقت ایسی نہ رہی جو مقابلے میں رہتی۔

دشمنان اسلام اور یاد رکھیں دشمنان اسلام میں سب سے پہلا دشمن یہودی ہے یہ طے شدہ بات ہے یہ وہ بے نصیب قوم ہے جس نے بعثت سے لیکر وصال تک سب سے زیادہ ایذا پہنچائی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ مشرکین مکہ بھی مکہ سے چل کر علمائے یہود کے پاس مدینہ اور یثرب میں آتے تھے اور یہاں سے اعتراض پوچھ کر جاتے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہ اعتراض کیا کرتے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو

یہود نے معاہدہ صلح کا کر کے دھوکا دیا اور یہ یہود ہی تھے جو پورے جزیرۃ العرب کو جمع کر کے لائے اور غزوہ خندق کا سبب بنے تھے اور یہ یہود ہی تھے جنہیں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ملک بدر کر دیا تھا۔

یہود کی بدنصیبی

یعنی وہ رحم و کرم کا پیکر جو کافروں کے لئے بھی راتوں کو کھڑا ہو کر رویا کرتا تھا بارگاہِ الٰہی میں کہ خدایا یہ تیرے بندے ہیں جہنم میں جائیں گے اُس کے دامن عفو میں بھی ان یہودیوں کے جرائم نہیں سما سکے اور یہ ایسی بدنصیب قوم ہے کہ حدیبیہ کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے دروازے پر بیت اللہ کے دروازے پہ تشریف رکھتے ہیں کفار مانع ہیں کفار روکتے ہیں ۔ آپ نے خواب دیکھا ہے نبی کا خواب وحی ہوتا ہے حضور اُس اعتماد پہ چلے ہیں صحابہ بھی اِس بات پہ مصر ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ نے خواب دیکھا ہے آپ اللہ کے برحق نبی ہیں ہم یہاں سے کیسے واپس جائیں ہم تو مکے میں داخل ہو گئے اللہ کریم نے حکم دے دیا انا فتحنا لک فتحاً مبینا۔ ہم نے تمہارے لئے بہت واضح فتح مقدر کر دی ہے اور آپ کا یہ خواب سچ ہو گا۔ آپ مکہ مکرمہ میں ایسے داخل ہونگے کوئی خوف و خطر نہیں ہو گا طواف کریں گے..... احرام باندھیں گے سب کچھ ہو گا لیکن اس سے پہلے ایک کام ضروری ہے یہاں معاہدہ کر کے پلٹ جایئے اور پہلے خیبر کے یہود کی خبر لیجئے مکہ والے مشرکوں سے پھر بات ہو جائے گی۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کے دروازے پہ بیٹھے ہیں وحی الٰہی یہ آتی ہے کہ آپ یہاں صلح کا معاہدہ کریں یہاں سے پلٹ جائیں اور پہلے خیبر کے یہود کی خبر لیں وہ اِس سے زیادہ خطرناک ہیں،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم معاہدہ کر کے وہاں سے پلٹے مدینہ منورہ میں قیام نہیں فرمایا اور کسی نئے آدمی کو ساتھ جانے کی اجازت نہیں دی فرمایا یہ میرے ساتھ وہ لوگ ہیں جنہیں خدا نے حکم دیا ہے خیبر پہ حملہ کرنے کا میں اِنہی کو لے کر جاؤں گا۔ وہی اصحاب جو حدیبیہ میں موجود تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہی کو لے کر عازم خیبر ہوئے اور وہی چودہ سو آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے چار آدمی زائد تھے دو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے لئے دو ہجرت حبشہ سے واپس آئے جعفر طیار اور ایک آدمی اُن کے ساتھ تھا جن کی ملاقات ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر میں ہوئی اِن چار نفوس کے علاوہ پانچواں کوئی آدمی آپ نے ساتھ نہیں لیا فرمایا یہی میرے ساتھ تھے تو خدا نے حکم دیا ہے کہ خیبر کی خبر لو اب انہی کو ساتھ لے کر جاؤنگا حالانکہ وہاں دس ہزار فوج یہود کی تھی اور پانچ ہزار قبیلہ بنو غطفان کا تھا درمیان میں وادی تھی جس کے اُس طرف وہ تھے اُن کا معاہدہ تھا یہود کے

ساتھ کہ جس کسی کو کوئی چھیڑے گا ایک دوسرے کی
مدد کریں گے۔ اور یہ چودہ سو جانثار لے کر حضور اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے درمیان خیمہ زن ہو
گئے اور پھر تاریخ عالم نے یہ دیکھا کہ بڑے بڑے
قلعے یہود کے زمین بوس ہو گئے خداوند عالم نے
مکہ کی فتح سے پہلے خیبر کی فتح کو ضروری قرار دیا اور
پہلے وہ عطا فرمائی اور ادھر سے بے خوف ہو کر مکہ مکرمہ
جانے کی اجازت دی۔

یہود کی سازش

توازلی دشمن اسلام کا یہود
تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے وصال کے بعد پھر مدعیان نبوت کو ابھارتے ہیں
اس کا ہاتھ تھا سرمایہ اس کا لگتا تھا ذہن اس کا کام
کرتا تھا تلواریں کفار عرب کی چلتی تھیں - اس کے بعد قیصر
کے ساتھ جتنی سازباز یہود نے کی وہ ان کی آخری امید
گاہ تھی پہلے بھی قیصر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے
میں تبوک میں فوجیں بھیجنے کا جو مشورہ دیا تھا انہی
نامرادوں کا تھا پھر جب فاروقی تلواروں نے کسریٰ کا
دم خم بھی نکال دیا اور قیصر کی گردن بھی خم ہو گئی۔ تو
ان کے پاس کوئی چارہ کار نہ رہا پھر ان نامرادوں نے یہ
سوچا کہ اب میدان میں مقابلہ اسلام سے ممکن نہیں
رہا جہاں قیصر وکسریٰ کے پاؤں نہیں جم سکے اب وہاں
کوئی قومی طاقت نہیں کھڑی ہو سکتی۔ تو کیا کیا جائے پھر انہوں
نے زیر زمین ایک چال چلا اسلام کے نام پہ کفر ایجاد
کیا۔ اور یہ وہ پہلی تحریک ہے جس نے صحابہ کرام رضوان
اللہ تعالیٰ اجمعین کے خلاف اعتراض کا دروازہ کھولا۔
اگر ان لوگوں پہ اعتراض نہ کیا جائے تو اسلام میں رخنہ
اندازی نہیں کی جا سکتی تو ان کا ایک بہت بڑا عالم
شیعہ اسماء الرجال کی کتاب میں لکھتا ہے کہ عبداللہ بن سبا
بہت غالی شخص تھا یہودی تھا اور یوشع
بن نون کو خدا کہتا تھا خدا کا حلول مانتا تھا اس میں۔ اور
جب یہ مسلمانی کا دعویٰ کرنے لگا تو اس نے سب سے
پہلے حضرت علیؓ کو امام بنا کر ان میں خدا کے حلول کا عقیدہ
پیش کیا۔

عبداللہ بن سبا یہودی

تصور امامت عقیدہ امامت
اور خدائی حلول اور
خدائی اختیارات اس کی بنیاد اس نے رکھی عہد عثمانی
کے فتنے کا سبب یہ شخص تھا - دور دور تک اسلام
پھیل چکا تھا اور صحابہ دنیا سے اٹھ رہے تھے نئی پود
ایک نئی جنریشن تبدیل ہو رہی تھی حضرت عثمان غنی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر اسی برس سے تجاوز کر رہی
تھی۔

اس نے دنیا پہ خود کو عابد و زاہد ظاہر کیا تنہائی میں
رہنا اور بڑے نوافل پڑھتا اور بڑا پارسا نظر آتا تو لوگ
قریب ہونا شروع ہو گئے۔ جو زیادہ قریب ہو جاتا
اسے پھر پردے سے اپنی باتیں تعلیم کرتا کہ دیکھو
یہ ظلم ہو گیا یہ زیادتی ہوئی شروع شروع میں حضرت علیؓ

کے فضائل گھڑے پھران کو خلافت کا پہلا حق دار قرار
دیا اور نتیجۃً اس بات پہ پہنچا کہ یہ ظلم ہوا ہے یہ سارے
غاصب ہیں خلافت حضرت علی کا حق تھا، یہ امام ہیں اور
امام ہیں خدا ہوتا ہے اور نبی بھی امام کے لئے مبعوث
ہوا اس نے ساری اخرمات ان کا تانا بانا بُنا۔ اب مصیبت
یہ ہے کہ معترضین صحابہ جو اپنے آپ کو اہل سنت بھی
کہلاتے ہیں حنفی بھی کہلاتے ہیں اور اس کے ساتھ انہیں
صحابہ کی عظمت پہ اعتراض بھی ہوتا ہے دانشور بھی
کہلاتے ہیں۔ انحصار صرف تاریخ پر ہے۔

تاریخ کیا ہے

وہ طبری کے حوالے پیش کرتے ہیں طبری ایک تاریخ کی کتاب
ہے جس کا مولف خود رافضی تھا۔ پھر تاریخ کی حیثیت
یہ ہوتی ہے سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے
الفاظ میں "یدون من افواہِ الناس" لوگوں کی زبانوں
سے جمع کر کے تاریخ بنائی جاتی ہے۔ مورخ کوئی
بھی خدا کی طرح وسیع النظر نہیں ہوتا کہ ہر چیز اس کی
اپنی نگاہ میں ہو۔ کچھ آپ کی سُنی کچھ مجھ سے سُنی کچھ اس
کا اپنا ہوتا ہے نظریہ۔ آپ یہاں دیکھ لیں
ہمارے سامنے یہاں ملک دو ٹکڑے ہو گیا
اگر آپ ملک کی تین مقتدر جماعتوں کو لے لیں عوامی
لیگ کو لے لیں پیپلز پارٹی کو لے لیں جماعت اسلامی
کو لے لیں اور ان تین بڑی پارٹیوں کو کہیں کہ پاکستان
کے دو ٹکڑے ہونے کی وجوہات اور اسباب لکھیں
تو کیا یہ تینوں ایک ہی بات لکھیں گی بلکہ تینوں خود کو
بری اور دوسرے کو ذمہ دار گردانیں گی تینوں کے حالات
اور تینوں کے دلائل مختلف ہونگے۔

صحابہ کی عظمت

ایسے ہی مورخ اس دور میں تھے
ان پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی جن
کی عدالت جن کی صداقت جن کا تقدس جن کے ایماندار
ہونے کی اور مخلص ہونے کی شہادت اللہ کی وحی اور
خدا کی کتاب نے دی ان کی عظمت پر طبری کے حوالے
سے اعتراض کرنا ہے ہی جہالت۔ لیکن اگر کوئی طبری
کے حوالے سے بھی چاہے تو طبری میں بھی موجود ہے
کہ جب یہ کوفہ بصرہ اور مصر کے باغی آٹھ سو اٹھارہ
سو یا بارہ سو کی تعداد میں مدینہ منورہ پہنچے تو جو اعتراضات
انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیے تھے
ان کی تعداد دس بنتی ہے۔ طبری میں دس موجود ہیں اور
وہی اعتراضات آج کا معترض بھی دہرا رہا ہے۔ لیکن
اُس طبری میں اگر کوئی قرآن کو چھوڑ کر طبری ہی کو ماننا
چاہے تو اُسی طبری میں موجود ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی میں اجتماع بلایا صحابہ کا آپ منبر
پر بیٹھے اُن میں وہ مخالفین بھی موجود تھے اور آپ نے
اپنی زبان سے وہ اعتراض دہرائے کہ یہ اعتراض انہوں
نے مجھ پر کیا ہے یہ اعتراض کیا ہے یہ کیا ہے وہ دس
کے دس انہوں نے دہرا کر اُن لوگوں سے پوچھا کہ
تمہیں اس کے علاوہ کوئی اعتراض ہے انہوں نے کہا

نہیں۔ آپ نے ایک ایک اعتراض کا جواب دیا تمہارے اس اعتراض میں یہ بات غلط ہے یہ اس طرح سے نہیں اس طرح سے ہے جب دس ہی اعتراضوں کے جواب دے چکے تو پھر حاضرین سے فتویٰ لیا آپ نے۔ طبری میں سب موجود ہے فرمایا اب ان کے ساتھ کیا کیا جائے تو بیک زبان سب صحابہ نے کہا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔

حضرت عثمانؓ کی بصیرت

لیکن حضرت عثمانؓ کی نگاہ بہت دور رس تھی ایک دن کوئی شخص آپ کی مجلس میں گیا تو راستے میں کوئی عورت گزر رہی تھی نگاہ اس عورت پر پڑ گئی وہ مجلس میں جا کر بیٹھا تو حضرت عثمان فرمانے لگے کہ لوگ اس حال میں مسجد نبوی میں در آتے ہیں کہ ان کی نگاہوں میں ان کی آنکھوں میں زنا کا اثر باقی ہوتا ہے، تو وہ شخص لرز اٹھا اور کہنے لگا کہ کیا وحی الٰہی باقی ہے ابھی کیا نبوت باقی ہے فرمایا نہیں "اتقو من فراستہ المومن انہ ینظر بنور اللہ"۔ مومن کی فراست سے ڈرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

آپ کی یہ دور رس نگاہ دیکھ رہی تھی کہ ان آٹھ سو کو یا اٹھارہ سو کو قتل کرنا مشکل نہیں ہے لیکن یہ زیر زمین جو تحریک چل رہی ہے اسے ایک پلیٹ فارم مل جائے گا کہ دیکھو کتنے ظالم تھے جس نے اعتراض کیا اس کی گردن اڑا دی۔ اسی طرح حضرت علیؓ بھی اعتراض کرتے انہیں قتل کر دیتے۔ یہ پلیٹ فارم نہ دینے کے لئے آپ نے اس حالت میں قتل ہونا منظور کر لیا جب کہ آپ کی افواج ہسپانیہ اور چائنہ کو پہنچ رہی تھیں جنوبی افریقہ تک آپ کے لشکر پہنچے ہوئے تھے اور کسی ایک ادنیٰ سے اشارے پر دنیا الٹائی جا سکتی تھی لیکن اس مرد خدا نے خود انتہائی مظلومیت کے ساتھ شہید ہونا گوارا کر لیا اور اسی تحریک کو یہ پلیٹ فارم مہیا نہ کیا۔ ورنہ یہ اسی وقت سے شروع ہو جاتی۔ اور جس کسی نے ان بارہ سو یا اٹھارہ سو آدمیوں کو مدینہ منورہ میں بہلا پھسلا کر بھیجا تھا اس نے بھیجا ہی اسی لئے تھا کہ یہ قتل ہونگے اور ان کا قتل میرے لئے پلیٹ فارم کا کام دے گا اور میں اسے بنیاد بنا کر صحابہ کے خلاف ایک تحریک شروع کر دونگا اور یہ تحریک جو عظمت صحابہ کو مجروح کرے گی جو نتیجۃً دین کی بنیاد کو بہا کر لے جائے گی۔ لیکن حضرت عثمان کا خون اس کی رکاوٹ بن گیا عنوان ہے

عنوان کتنی عجیب بات ہے کہ صبح وہ اس بات سے مطمئن ہو کر رخصت ہوتے ہیں پھر مصر کو چلتے ہیں کچھ بصرے کو کچھ کوفے کو تینوں راستے الگ الگ ہیں بلکہ بصرے اور مصر کی سمتیں تو بالکل ہی ایک طرح سے میرے خیال میں پچاسی ڈگری کا ان میں فرق آ جاتا ہے اور پلٹ کر آ جاتے ہیں کہ جی آپ نے خط پکڑ لیا بھلا جو بصرے جا رہے تھے وہ کیوں پلٹ کر اسی وقت پہنچ گئے انہیں کس نے

بتایا اور اسی تاریخ میں یہ سقم موجود ہے جسکو کوئی نہیں دیکھتا! بس جی خط پکڑا گیا۔ جو مصر جا رہے تھے ان کے خلاف اگر حضرت نے چٹھی دے دی اور انہوں نے راستے میں پکڑ لی وہ پلٹ آئے جو اس طرف بصرے کو جا رہے تھے وہ کیوں پلٹ آئے ان کے پاس کونسی وحی نازل ہو گئی تھی تو اس یہ بات کی دلیل ہے کہ یہ مدینہ منورہ سے طے کر کے چلے تھے کہ راستے میں سے فلاں وقت پلٹ کر یہاں آجائیں گے یہ کہیں گے ہم نے خط پکڑ لیا اور یہی سوال اسی طبری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زبانی موجود ہے جب انہوں نے شور کیا تو انہوں نے فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو مصر والوں نے اگر چٹھی پکڑی ہے تو یہ بصرے والے کیوں پلٹ آئے ہیں۔ تمہیں کس نے بتا دیا کہ انہوں نے خط پکڑ لیا۔

حضرت عثمانؓ کا مقام

خیر چشم فلک نے یہ بھی دیکھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تھے بئر رومہ یہودیوں کے پاس کنواں تھا اس کا پانی مدینہ والے پیتے تھے اور وہ بیچتے تھے۔ مسلمانوں کو مہنگے داموں دیتے تھے اور تنگ کر کے دیتے تھے۔ تو مسجد نبوی میں بیٹھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی میرے ساتھ سودا کرنا چاہے تو وہ بئر رومہ خرید کر مسلمانوں کو وقف کر دے اور جنت میں اس کے بدلے مجھ سے کنواں خرید لے آپ کا یہ ارشاد کسی کی زبانی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا تو وہاں سے یہود کے پاس چلے گئے تصدیق کرنے تشریف نہیں لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے یہود کے پاس چلے گئے اور جا کر پوچھا کہ بیچتے ہو کنواں! جی بیچتے ہیں جتنی قیمت انہوں نے کہی وہ انہیں دے دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کسی سے سنا ہے آپ نے ایسا ایسا اعلان فرمایا ہے فرمایا ہاں آپ نے درست سنا عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے وہ کنواں خرید لیا ہے آپ کی خدمت میں حاضر ہے آپ مسلمانوں کو عطا کر دیں اور وہ سودا میرا آپ سے پکا ہو گیا۔

وہی عثمانؓ اسی مدینہ میں بیتالیس روز پیاسا رہا اور تاریخ کے انہی صفحات پر موجود ہے کہ اس شخص نے جھروکے سے کھڑے ہو کر کہا تھا کہ کیا تم سب لوگ اس کنویں سے سیراب نہیں ہو رہے جو میں نے خرید کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا تو اس کا کوئی گھونٹ میرے لئے باقی نہیں رہا۔

صحابہ اجازت چاہتے کہ آپ ہمیں اجازت دے دیں یہ چند سو افراد ہیں آپ فرماتے تھے یہ مدینۃ الرسول ہے اور اس میں خون بہانا حرام ہے، میں اس میں تلوار نہیں اٹھا سکتا عرض کی گئی آپ شہر کی حد سے حرم کی حد سے باہر چلیں میری اسی سے اوپر

عمر بے مہر۔ فرمایا میں نے ساری زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سعادت کو تلاش کیا ہے اور جب موت قریب ہے تو آپکا پڑوس چھوڑ کر باہر چلا جاؤں۔

اور ایسے عجیب لوگ تھے ایک صحابی عرض کرتے ہیں میں حضرت سے ملنے گیا اور عرض کی کہ حضرت بہت لمبا وقت ہو گیا ہے آپ اجازت دیں کوئی فیصلہ فرمائیں پینتالیس روز میں تو دنیا کے دوسرے سرے سے بھی فوج بلائی جا سکتی ہے، تو اسے آپ نے فرمایا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا تھا عثمانؓ تیرا روزہ بہت طویل ہو گیا ہے چاہے تو تیری مدد کی جائے تو میرے پاس آکر افطار کر لے۔ تو فرمایا میں نے دوسری بات پسند کر لی ہے آپ میری فکر نہ کریں آپ لوگ اپنا کام کریں میں حضورؐ کے پاس ہی افطار کروں گا،

خون عثمانؓ

اُس مظلوم کے خون نے اس تحریک کو تین صدیاں پیچھے دھکیل دیا حتیٰ کہ اسی تحریک کے ہاتھوں سانحہ کربلا رونما ہوا۔ اور یہ اتنا بڑا ظلم تھا دنیا کی تاریخ نے اتنا بڑا ظلم نہیں دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ اولادؓ جو آپؐ کی گود میں پلی وہ گردن جس پر آپ نے بوسے دیے اس بے دردی سے صحرا میں کاٹ دی جائے بہت بڑا ظلم تھا۔

حادثہ کربلا

لیکن یہ کس نے کیا اور کیوں کیا اسی سبائی تحریک نے کیا اور سبائیت کے لئے پلیٹ فارم مہیا کرنے کے لئے کیا دھوکے سے حضرت کو کوفہ کے افراد مکہ سے لے گئے اور یہ قسمیں دے کر لے گئے کہ یزید اچھا آدمی نہیں ہے اور کوفہ مرکزی شہر ہے طاقت ہے پورے ملک اور پوری حکومت کی اگر آپ نہیں آئیں گے تو روز حشر ہم آپ کا دامن پکڑیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہ انہوں نے ہماری قیادت نہیں کی دوسرا کوئی شخص اُس کے مقابلے میں قیادت کی اہلیت نہیں رکھتا تھا ورنہ ہم اُس کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے۔

لیکن راستے میں کوفے سے تین منزل اِدھر کوفیوں نے ہی جب راستہ روکا تو آپ نے فرمایا عجیب لوگ ہو تم مجھے بلا کر لائے ہو اور اب تم ہی نے اس بات پر بیعت کر لی ہے

یہ تو ٹھیک ہے کہ تم نے کر لی ہے تم جانو وہ جانے میرا راستہ چھوڑ دو میرا اپنا مکان ہے اپنا گھر ہے کوفہ میں۔ میں وہاں چلا جاؤں گا، لیکن نہ مانے تو آپ نے کہا چلو چھوڑ دو میں واپس چلتا ہوں جب یہ بات بھی نہ مانی گئی تو آپ نے کہا پھر ایسا کرو کہ تم یہ مقام نہیں رکھتے کہ تم مجھ سے اطاعت کا عہد لو۔ میں یزید کے ساتھ روبرو بات کر لوں گا۔ وہ مجھے قید کرے چھوڑے قتل کرائے۔ میں اُس سے لڑوں وہ مجھ سے لڑے

میں جانوں اور وہ جانے چلو میں یزید کے پاس چلتا ہوں۔ کوفے سے تین منزل پیچھے ہی کوفے کو ایک طرف رکھ کر آپ وہاں سے نکلے اور کوفے سے دمشق جانے والے راستے پر کربلا آئے۔ یہ تو کوئی نہیں پوچھتا کہ کربلا ہے کہاں۔ مکہ سے کوفہ کے راستے پر کربلا نہیں ہے کربلا کا میدان اس راستے پر ہے جو کوفہ سے دمشق دارالخلافہ کو جاتا ہے تو آپ کوفے سے ایک طرف کو ہو کر اس راستے پہ پہنچے، کوفی فوجوں سمیت
کر لیتے ہیں۔

کربلا تک تیری منزل بنتی ہے کربلا میں جب آپ نے پڑاؤ کیا تو انہوں نے سوچا۔ لے کر تو چلے ہو لیکن وہاں جا کر اسے چھوڑ دیا جائے گا، اور تمہاری گردنیں مار دی جائیں گی۔ کہ تم نے چٹھیاں لکھیں قاصد بھیجے کہ یزید کے خلاف ہم سب متحد ہیں اور آجاؤ اور یہ کرو۔ یہ سازش سے تمہاری گردنیں اڑیں گی تمہارے سر کٹیں گے عزیزو اس پہ یہ ہوا کہ ظہر کی نماز حضرت نے وہیں کربلا میں پڑھی۔ کیمپ لگا تو یہ سب لوگ جا کر نماز میں شامل ہو جاتے تھے۔ آپ نے جب سلام پھیرا تو پیچھے جم غفیر تھا آپ نے کہا تم عجیب لوگ ہو تم میرے ساتھ نمازیں پڑھتے ہو مجھے نواسہ رسول تسلیم کرتے ہو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی جانتے ہو اور میرے ساتھ پھر یہ ظلم بھی کرتے ہو۔ مجھے بلایا کس لئے پھر میرے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہو مجھے یزید کی بیعت کے لئے کہتے ہو تم لوگ ہو کیا۔

انہوں نے کہا حضرت ہم نے آپ کو نہیں بلایا تو آپ نے خادم کی طرف دیکھا فرمایا میرے وہ گھوڑے کی خرجین لاؤ۔ خرجین کو آپ نے الٹ دیا تو خطوط کا ڈھیر لگ گیا اور ایک خط پر پچاس پچاس آدمیوں کے دستخط تھے فرمایا یہ فلاں فلاں تم ہو یہ تمہارا خط ہے فلاں فلاں فلاں یہ تمہاری چٹھی ہے،

وہ جب وہاں سے اٹھے تو انہوں نے کہا کہ میاں یہ چٹھیاں یزید کے پاس پہنچ گئیں تو تم اپنی موت کا سامان لے چلے ہو۔ یہ نواسہ رسول ہے اسے یزید قتل نہیں کر سکے گا۔ سیاسی اعتبار سے بھی اس کی حکومت کے خلاف ہے وہ تمہیں نہیں چھوڑے گا چنانچہ انہوں نے یک بارگی حملہ کر کے مظلوموں کو شہید کر دیا ظلم کے ساتھ۔ اور یہ جو کہتے ہیں کہ خیمے لوٹے خیموں سے وہی خطوط تلاش کرنے کی کوشش کی گئی سرمایہ لوٹنے کے لئے نہیں بلکہ ان کی موت کے پروانے وہاں بکھرے ہوئے تھے جو وہیں جلا دیے گئے۔

اور حد یہ ہے کہ اسی ظلم کو اسلام کے خلاف

ایک پلیٹ فارم بنا کر استعمال کرنا شروع کر دیا۔

ڈرامہ

یعنی آدمی سوچے تو سہی یہ ڈرامہ ہیں عجیب من گھڑت باتیں پہلی بات تو یہ ہے کہ کربلا ہی دمشق کے راستے پر۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت وہاں

مغرب کو پہنچے اور دوسرے دن شہید ہو گئے۔ ورنہ مکہ سے چل کر وہاں تک اتنی منازل بنتی ہیں کہ ایک منزل روز کے حساب سے طے کرے تب جا کر وہاں پہنچتا ہے۔

میں نے "راہی کرب و بلا" میں اس کا سارا نقشہ اور وہ منازل بھی دے دی ہیں آج بھی وہ راستہ موجود ہے وہ منازل بھی موجود ہیں۔

پھر اس پر اور تماشہ یہ کہ کربلا کا میدان ایک طرح کا پتھریلا اور سخت علاقہ ہے ریگزار نہیں ہے دریا کا کنارہ ہے اور کنارے دریا جو مٹی ہوتی ہے اسے کہیں سے آٹھ دس فٹ کھود لو پانی نکل آتا ہے وہاں یہ افسانہ گھڑا گیا کہ اتنے دن پانی بند رہا۔ دریا کے کنارے پانی کون بند کر سکتا ہے۔ کسی دریا کے کنارے بند کر کے دیکھو تو زیر زمین میلوں تک چلا جاتا ہے کہیں سے مٹی ہٹاؤ پانی نکل آتا ہے۔

محرم سن اکسٹھ ہجری میں اکتوبر کا مہینہ اور عراق کی سردی دنیا میں مشہور ہے وہاں سورج کو وہ گرمی دے دی انہوں نے کہ روئے زمین پر نہیں ملتی یعنی حد یہ ہے کہ ان باتوں کو بھی کوئی نہیں پوچھتا۔ آپ دیکھیں محرم اکسٹھ ہجری کو تقویم سے حل کریں تو اکتوبر نکلتا ہے انگریزی مہینہ اور اکتوبر میں عراق کی سردی ذرا جا کر ملاحظہ فرمائیے۔

تو سارا افسانہ سارا جھوٹ سارے تانے بانے عجیب سے بنا کر ایک ڈرامہ تیار کر لیا، سب سے پہلی کتاب اس موضوع پر آئی اس کا مصنف **ابو مخنف لوط بن یحییٰ** ہے ۱۹۰ھ کے قریب اس کی تاریخ وفات ہے یعنی ڈیڑھ سو سال بعد اس نے چشم دید واقعات لکھ دیے۔ اور اس سے بھی دو سو سال بعد باقی وہ کتابیں تصنیف ہوئیں جن کو آج فقہ جعفریہ کا نام دیا جا رہا ہے اور گویا کربلا میں

یہ سارا ظلم ہے

اس لئے ہوا کہ وہ دین وہ اسلام جس پہ خدا نے اپنی رضامندی کی مہر لگائی تھی اور فرمایا تھا

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

اس کے مقابل اصل کلمہ چھوڑ دیا جائے ایک نیا کلمہ ایجاد کر دیا جائے ایمان سے کہو کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے علاوہ کوئی کلمہ پڑھتے تھے؟

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

خود حضرت علیؓ کو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے اسلام قبول کیا تو کس کلمے پہ مسلمان ہوئے تھے۔ وہ کونسی فقہ نافذ تھی جب

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پہ بیعت کی حضرت علیؓ نے کونسی فقہ نافذ کی تھی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کونسی فقہ تھی جو فاروقؓ نے نافذ کی اور بائیس لاکھ مربع میل علاقہ فتح کر کے سلطنت اسلامی میں داخل کیا وہ کون سا قانون تھا جو اُس سارے علاقہ پہ لاگو کیا گیا۔ چوراسی لاکھ مربع میل سلطنت اسلامیہ کی حدود تھی عہد عثمانی میں اُس چوراسی لاکھ مربع میل میں بستے والے انسانوں پہ کونسی فقہ نافذ رہی وہی فقہ تھی **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔**

خود حضرت حسینؓ جو اعتراض لاتے ہیں کہ یہ اہل نہیں ہے خلافت کا تو کسی جدید تین سو سال بعد آنے والی فقہ کے تحت لاتے ہیں یا اُس فقہ کے تحت لاتے ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی۔ حضرت حسینؓ کا قتل ظلماً قتل ہے۔

وہ خلافت کے مدعی نہیں تھے انہوں نے کوفہ والوں کی آواز پہ لبیک کہا تھا اگر تم یہ چاہتے ہو تو میں تمہاری قیادت کرتا ہوں۔ جب وہ پیچھے ہٹ گئے تو انہوں نے فرمادیا تھا مجھے گھر جانے دو۔ اگر کفر اسلام کی جنگ تھی تو کونسا کفر طے ہوگیا تھا کہ وہاں سے واپس جاتے تھے انہیں ظلماً گھیر گھار کر شہید کیا گیا۔

اور پھر سب سے بڑا ظلم یہ ہوا کہ قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام کے قتل کی سازش بنانا چاہا لوگوں نے اور خون حسینؓ سے اسلام کی عمارت کو ڈھانا چاہتے ہیں حد تو یہ ہے،

اس واقعہ کو جذباتی رنگ دے کر کوئی یہ نہیں سوچتا کہ اگر حضرت حسین دین کے لئے قتل ہو گئے تھے اُس وقت کونسی فقہ تھی کونسے عقائد تھے کتاب اللہ کیا تھی ارکان دین کیا تھے نمازیں کس شریعت کے تحت پڑھی جاتی تھیں نکاح طلاق کے مسائل کیا تھے۔ خود حضرت علی وجہ الکریم نے اپنے عہد خلافت میں کونسی فقہ نافذ کی کونسا اختلاف کیا انہوں نے صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما و عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قانون سے یا اُس کے نفاذ سے اور کیا یہ ممکن تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد پوری دنیا مرتد ہو گئی اور سارا دین بدل گیا اور نیا شروع ہو گیا کیا یہ کوئی صحیح الدماغ آدمی مان سکتا ہے۔ اور پھر حد یہ ہے

کہ اُس چوتھی صدی ہجری کی جمع کی ہوئی خرافات جن کو بیان تک نہیں کیا جاسکتا ان میں اتنا لچر پن ہے کہ خدا کی پناہ۔

یعنی دین کیا ہوتا ہے انسان کا انا کا محافظ اُس کی آبرو کا محافظ اُس کی جان اور اُس کے مال کا محافظ۔ انہوں نے فقہ جعفریہ بنائی کہ پرائے مال پہ عیش کرو پرائی آبرو سے کھیلو لوگوں کو گالیاں دو اور جھوٹ

لو لو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب
بن جاؤ گے

اور یہ فقہ اتنی ناقابل عمل ہے کہ جب سے
بنی ہے تب سے اب تک کسی شیعہ حکمران نے بھی
نافذ نہیں کیا۔ دنیا کی تاریخ میں کوئی چھوٹی سے چھوٹی
ریاست ایسی نہیں ملتی جہاں فقہ جعفریہ کو عملاً نافذ
کیا گیا ہو حتیٰ کہ آپ دور مت جائیے ہمارے پاس
یہ ہندوستان میں انگریزوں کے عہد حکومت میں بھی
بے شمار چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں جن کے سربراہ
شیعہ نواب تھے اور وہ بھی مسلم پرسنل لا اور یہ فیصلے
کرتے تھے جو انگریزوں نے اہل سنت کی شریعت
فقہ کے مطابق ترتیب دینے کی کوشش کی۔ فقہ
جعفریہ تو قابل عمل ہی نہیں ہے کہ کسی کا مال لوٹ لو
گناہ نہیں ہے جھوٹ بولو عبادت ہے گالیاں
دو عبادت ہے بدکاری کرو عبادت ہے تو پھر جرم دنیا
کون سا ہے؟ گناہ کیا رہ جائے گا سزا کس پر دو گے،
اب یہ ہماری بدقسمتی ہے بدقسمتی تو میں رسماً کہہ رہا ہوں
مسلمان کی ایک عجیب عادت ہے یہ جب کوئی نقصان
کرتا ہے تو اسے تقدیر کے سپرد کر دیتا ہے کہتا ہے
اللہ کو یہی منظور تھا۔ اور جب کوئی بات بن جاتی ہے
تو پھر کہتا ہے ہم نے یہ تیر مارا۔

ے بات بن جائے تو شان یہ تدبیر کی ہے
اور بگڑ جائے تو خطا کاتب تقدیر کی ہے

ہمارے پاس ایک بہانہ ہے قسمت یا بدقسمتی
کا ہمارا نالائقی ہماری غفلت ہماری سستی اور ہماری دین
سے بے رغبتی کا نتیجہ یہ ہے کہ فواحشات کا انبار
آج ہم پر مسلط کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے،
اور حد ہے اہل اختیار کے دانش و بینش پر انہوں
نے کمیٹی بنا دی ہے جو اس کا جائزہ لے گی۔ سبحان اللہ
کمیٹی کس کے لئے بناتے ہو کمیٹی تمہاری
کیا دیکھے گی اس میں۔ جب تمہارے پاس اللہ کا
قرآن موجود ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت
موجود ہے جب تمہارے پاس صحابہ کرام رضوان اللہ
تعالیٰ علیہم اجمعین کا اسوۂ حسنہ موجود ہے جس پہ چلنے کا
قرآن حکم دیتا ہے۔

والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ
عنھم ورضوعنہ' تو پھر نئی کمیٹی کیا تیر مارے گی
یہ قصور نہ حکومت کا ہے نہ اس تحریک کا قصور میرا
اور آپ کا ہے ہمارے گناہ ہیں ہماری دین سے بے
رغبتی کا نتیجہ ہے۔ ہمارے احساس ذمہ داری سے
عاری ہوتے کا نتیجہ یہ ہے کہ آج مسلمانو! تم پر
لوگ امید لئے بیٹھے ہیں کہ تم فقہ جعفریہ قبول کرو۔
اور ایک بات یاد رکھو یہ جو دین کے دشمن ہیں
یہ تمہارے ملک کے بھی دوست نہیں ان کی بلا سے
ملک برباد ہوتا ہے تو ہو لوگ قتل ہوتے ہیں تو
ہوں خانہ جنگی ہوتی ہے تو ہو جائے۔ کچھ بھی ہو انہیں

تمہاری بربادی سے غرض ہے وہ تمہاری آبادی میں خوش نہیں۔ لیکن تمہیں نہ صرف فقہ جعفریہ سے دفاع کرنا ہے بلکہ اپنے ملک کے امن وامان کو بھی سامنے رکھنا ہے کہ امن وامان تہہ و بالا ہو تو یہ نقصان میرا اور آپکا ہے اُن کا نہیں ہے وہ تو چاہتے یہ ہیں

اور یہ ملک ایک اتنی عظیم نعمت ہے اللہ کی ہمارے پاس کہ اب تک اس کے چاروں سمت آگ لگی ہے دوزخ دہک رہا ہے لیکن یہ گلزار خلیل بنا ہوا ہے درمیان میں اور ہم یہاں بیٹھ کر اطمینان سے اللہ کا نام لے رہے ہیں۔ کتنا اللہ کا شکر ہے کہ ہم سکون سے اپنی مرضی سے جو میں نے چاہا میں نے کہہ دیا میں اپنی مرضی سے جس طرح چاہتا ہوں نماز پڑھ لوں گا کوئی مجھے خدشہ نہیں کوئی خطرہ نہیں ہے

تو لوگو! خدا کا خوف کرو سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تقویٰ اختیار کرو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمائے ہوئے دین کو عملاً اپناؤ کہ خدا تم پر کافروں کو مسلط نہ کرے اگر ہم نے عملاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اختیار نہ کی تو یہ مصیبتیں ہم سے نہیں ٹل سکتیں۔ اپنی ذمہ داری کو پورا کرو اور جو نہیں جانتے ان تک یہ بات پہنچاؤ کہ یہ کونسی مصیبت ہے جو تمہارے دروازے پر دستک دے رہی ہے اور اس ملک کی حفاظت کے لئے اپنی جان لڑا دو ملک کو بچاؤ یہ تمہارا اور تمہارے دین کا مرکز ہے روئے زمین پر۔

میں نے دنیا کو پھر کے دیکھا ہے آپ بھی دنیا کا مطالعہ کرلیں دنیا میں اگر ہم نالائق بھی ہیں تو اس وقت روئے زمین پر جو مسلمان ہیں ان سب میں سے اچھے مسلمان اس خطہ میں ہیں یہ پنجاب کا کچھ حصہ جو ہندوستان کے ساتھ ہے یا افغانستان کا کچھ علاقہ اور یہ سرحد پنجاب کی یہ پٹی ہے جو ساتھ ساتھ صرف اس میں جو مسلمان بستے ہیں روئے زمین پر بسنے والے مسلمانوں سے عملاً سب سے اچھے ہیں اور عقیدۃً بھی سب سے بہتر ہیں۔ اگر ان ہی کی گردنیں فقہ جعفری پہ کٹ گئیں تو کیا حشر ہوگا عالم اسلام کا۔ اس کے پیچھے آج بھی صیہونی سازش ہے اور یہودیوں کا روپیہ کام کر رہا ہے مسلمانو یہودیوں کے روپے سے بکنا چھوڑ دو۔

آج بھی وہ تمہیں خرید لیتے ہیں تم سے ووٹ خرید لیتے ہیں تم سے رائے خرید لیتے ہیں اور اپنے بندے کو تمہارے اوپر مسلط کر دیتے ہیں خدا کا خوف کرو اپنے آپ کو خدا کے سامنے جوابدہ سمجھو اور اپنی ذمہ داری کا حق ادا کرو اور اپنے ملک کو اپنے دین کو اس مصیبت سے بچانے کی سعی کرو محض شور کرتے سے جلوس نکالنے سے اور ہلڑ بازی سے کچھ نہیں ہوگا۔ جہاں تک آواز پہنچ سکتی ہے لوگوں کو سمجھاؤ اور احساس ذمہ داری یاد دلاؤ اور سب کو عملاً

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور دین مبین پر عمل کرنے کی طرف بلاؤ کہ لوگ دین کو اپنا لیں ان کی گردن خالی ہی نہ ہو کہ کوئی اس میں طوق ڈالے۔ اس سے پہلے کہ تمہارے گلے میں کسی ناو شما کی غلامی کا طوق ڈالا جائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اپنی گردن میں ڈال لو خالی گردنوں میں دوسرے لوگ کمندیں ڈالتے ہیں ہماری گردنیں لوگوں کو خالی نظر آرہی ہیں اس لئے وہ اپنی اپنی کمندیں ہماری طرف پھینک رہے ہیں اپنی گردنوں کو خالی مت چھوڑو۔

خداوند عالم سب کو دین کی سمجھ اور دین پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

بقیہ: افہام وتفہیم

تو ایسا سوال کرنے والے کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ معذور ہے۔ اور اس کے لئے دعا ہی کی جا سکتی ہے کہ اللہ اسے شفائے کاملہ دے۔ پھر بھی یہ کہے کہ دین میں تکمیل تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہو چکی تھی تو یہ سب کچھ کیا دین میں اضافہ نہیں جو صوفیا کرتے آئے ہیں۔ تزکیۂ نفس اور اس کی تدبیر ذکر الٰہی کو دین میں اضافہ کہنا صرف اسی کا کام ہے جسے نہ دین کی خبر ہے نہ اضافہ کا مفہوم سمجھتا ہے۔

اس کی اصل وجہ قرآن کریم نے بتا دی ہے کہ: ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہٗ شیطانا الخ "یعنی جو ہمارے ذکر سے منہ موڑے ہم اس پر ایک شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں اور وہ اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا"

ایسے لوگ دوسروں کو دین سے روکتے ہیں اور ان کی ایسی مت ماری جاتی ہے کہ سمجھتے ہیں کہ ہدایت پر ہم ہی ہیں۔ دوسرے سب گمراہ ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آدمی صوفیائے کرام کی مقدس جماعت پر انگلی اٹھائے اور تفریہ ہو کر کہے
مستند ہے میرا فرمایا ہوا

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاریخ کی نظر میں

عبدالغفار ملک

ابتدائی حالات حضرت معاویہؓ ابو سفیان بن حرب کے بیٹے تھے۔ اُن کا نسب پانچویں پشت پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر مل جاتا ہے۔ فتح مکہ کے وقت والد کے ہمراہ مشرف بہ اسلام ہوئے کتابت وحی کا منصب نصیب ہوا۔ عہد صدیقی میں اُن کے کارناموں کا آغاز ہوا شام پر فوج کشی میں اُن کا پورا گھرانہ شریک تھا۔ ۱۸ھ میں اپنے بھائی یزید کی وفات کے بعد حاکم مقرر ہوئے عہد عثمانی میں پورے شام کے والی بنائے گئے۔

خلافت ۴۱ھ میں حضرت حسنؓ کی دست برداری کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے۔ اُن کی خلافت کے زمانہ میں اسلامی حکومت کا رقبہ بہت بڑھا اُنکے زمانہ میں ہندوستان پر بھی فوج کشی ہوئی سندھ کے راستے بھی اور درہ خیبر کے راستے بھی۔ خیبر کے راستے سب سے پہلا مسلمان جرنیل ۴۴ھ میں مہلب بن ابی صفرہ حملہ آور ہوا۔ ترکستان اور شمالی افریقہ بھی آپ کے زمانہ میں فتح ہوئے۔

نظام خلافت آپ نے حکومت کا کام چلانے کے لئے اکابر صحابہؓ کے مشورہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جن میں عمرو بن العاصؓ۔ مغیرہ بن ابی شعبہ رضؓ اور زیاد بن ابی سفیان قابل ذکر ہیں صوبائی معاملات میں سے چلا آرہا تھا۔ صوبوں کا نظام وہی رکھا جو حضرت عمرؓ کی خلافت

فوج فوج کی سپہ سالاری انہیں ورثہ میں ملی تھی۔ بری فوج کا نظام حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مکمل ہو چکا تھا۔ انہوں نے بحری فوج کی بنیاد رکھی۔ اُن کے زمانہ میں سمندر مسلمانوں کے جہازوں کے لئے بازی گاہ بن گیا تھا۔ اُن کے زمانہ میں بحری فوج میں امیر البحر کا عہدہ بنایا گیا جس پر سب سے پہلے امیر البحر جنادہ بن ابی اُمیہ مقرر ہوئے۔ جہاز سازی کے کارخانے قائم کئے گئے فوج میں سرمائی اور گرمائی فوج کو الگ کیا گیا مختلف ممالک میں موسم کے لحاظ سے فوج سرگرم عمل رہتی تھی۔

قلعوں کی تعمیر نئے قلعے تعمیر کرائے پرانے قلعوں کی مرمت کرائی۔ شام کو قلعوں سے مستحکم کیا۔ انطرطوس۔ بلنیاس اور مرقبہ میں نئے

قلعے تعمیر کرائے۔ مدینہ منورہ میں بھی قلعہ بنوایا منجنیق کا استعمال بھی آپ کے زمانہ میں ہوا۔ کابل پر حملہ کے وقت منجنیق سے سنگ باری کرکے شہر پناہ توڑی گئی۔

پولیس کا صیغہ ملک کے اندرونی انتظام کے لیئے پولیس کے محکمہ کو بہت ترقی دی۔ اور امن وامان کی صورت حال یہ تھی کہ گری پڑی چیز کو کوئی نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا۔

مجاہدین کے بچوں کے وظائف مجاہدین کے بچوں کے وظائف سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے مقرر کئے مختلف تغیرات ہوئے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے بھی اس کو قائم رکھا۔ اتنی ترمیم کی کہ وظیفہ رضاعت کے بعد شروع ہوتا تھا

ذمیوں کی حفاظت جس طرح خلفائے راشدین کے زمانہ سے ذمیوں کے حقوق کی حفاظت کا بندوبست تھا امیر معاویہؓ نے بھی اسے قائم رکھا۔ فوج میں غیر مسلم عہدے دار مقرر کئے۔ سول میں بھی غیر مسلموں کو ذمہ دار عہدے دیئے مثلاً ابن اثال نصرانی کو حمص کا کلکٹر مقرر کیا سرجون بن منصور رومی کو کاتب مقرر کیا۔

اشاعت اسلام چونکہ آپ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور کاتب وحی بھی تھے۔ آپ کے زمانہ میں اسلام نے خاصی ترقی کی۔ روم اور شمالی افریقہ کے بہت سے لوگ آپ کے زمانہ میں مسلمان ہوئے

آپ کا سب سے بڑا کارنامہ تاریخ اسلام کی بنیاد ہے آپ نے عبید بن شریہ سے قدیم داستانیں اکٹھی کرکے باقاعدہ تاریخ اسلام لکھائی۔

ڈاک حضرت امیر معاویہؓ سے پہلے اسلامی حکومت میں ڈاک اور خبر رسانی کا باقاعدہ محکمہ نہ تھا۔ انہوں نے بُرید کے نام سے مستقل صیغہ قائم کیا اور طریقہ یہ تھا کہ تھوڑی تھوڑی مسافت پر تازہ دم گھوڑے تیار رہتے تھے اور سرکاری ہرکارے منزل بمنزل انہیں بدلتے ہوئے پیغام ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے تھے۔

دیوان خاتم اس سے پہلے سرکاری فرامین کی نقول رکھنے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ لوگ اپنی مرضی سے ردوبدل کر لیتے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے دیوان خاتم کے نام سے ایک شعبہ قائم کیا، جو حکم صادر کرتے وہ پہلے دیوان میں آتا۔ یہاں اس کی نقل رکھ لی جاتی اور پھر محرر اس پر مہر لگا کر لفافہ میں بند کرکے آگے بھیج دیتا تھا۔ اس احتیاط سے احکام میں ردوبدل کا امکان ختم ہو گیا۔

رفاہ عامہ زراعت کی ترقی کے لئے بہت سی نہریں بنوائیں جن سے سینکڑوں ایکڑ زمین سیراب ہوتی تھی۔ جس سے ملک میں قحط کا خطرہ نہ رہا۔ مدینہ کے قرب وجوار میں نہر ارزق۔ نہر کظامہ اور نہر شہدا وغیرہ متعدد نہریں کھدوائیں۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بصرہ میں ایک نہر کھودی گئی تھی جو نہر معقل کے نام سے موسوم تھی۔ نہروں کے علاوہ

پہاڑ کی گھاٹیوں کے گرد بند بندھوا کر تالاب بنائے گئے جن میں بارش کا پانی جمع ہوتا اور پھر زراعت کے کام آتا۔

شہروں کی آبادی

آپ کے زمانہ میں پرانے ویران شہر آباد ہوئے۔ نئے شہر بسائے گئے شام کا برباد شدہ شہر مرعش دوبارہ آباد ہوا شمالی افریقہ میں قیروان کا شہر بسایا گیا۔ مختلف مقامات پر اسلامی نوآبادیاں قائم کیں ۴۳ھ میں انطاکیہ میں ایک نوآبادی بسائی اروڈس اور ارواڈ کے جزیروں میں مسلمان آباد کیئے۔ متعدد مقامات پر خصوصاً جہاں کہیں حکومت کی سرحد ملتی تھی اور مسلمانوں کی آبادی کم تھی وہاں مسلمانوں کو آباد کیا۔ اس سے دو فائدے ہوئے ایک ان مقامات پر غیر اقوام کے حملہ کا خطرہ کم ہو گیا دوسرا اسلامی حکومت میں جہاں مسلمان نہ تھے وہاں مسلمانوں کی آبادی ہو گئی!

حرم کی خدمت

شیخین کے زمانہ میں خانہ کعبہ پر معمولی غلاف چڑھایا جاتا تھا حضرت عثمانؓ نے قیمتی غلاف چڑھایا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے دیبا سے آراستہ کیا اور اس کی خدمت کے لئے آدمی مقرر کیئے!۔

مسجدوں کی تعمیر

ان کے زمانہ میں کثرت سے مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ زیاد نے بصرہ کی جامع مسجد کو شہید کر کے اینٹ اور چونے سے نہایت وسیع عمارت بنوائی۔ قبرص میں بہت سی مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ قیروان میں عقبہ بن نافع نے مسجد بنوائی عبدالرحمن بن سمرہ نے کابل کے معماروں سے کابلی طرز کی مسجد بصرہ میں تعمیر کرائی۔ مصر کی مسجدوں میں مینارہ کا رواج نہ تھا مسلمہ بن مخلد نے تمام مسجدوں کے مینار بنوائے۔

اصول حکمرانی

حکومت کی بقا کے لئے ہر ممکن تدبیر اختیار فرماتے تھے۔ مگر ان کا ٹھوس اصول یہ تھا فرماتے جہاں میرا کوڑا کام دیتا ہے وہاں تلوار کام میں نہیں لاتا۔ اور جہاں زبان کام دیتی ہے۔ وہاں کوڑا کام میں نہیں لاتا۔ اگر میرے اور لوگوں کے درمیان بال برابر بھی رشتہ قائم ہو جائے تو میں اس کو نہیں توڑتا۔ جب لوگ اس کو کھینچتے ہیں تو میں ڈھیل دے دیتا ہوں اور جب وہ ڈھیل دیتے ہیں تو میں کھینچ لیتا ہوں۔

فضل و کمال

علمی اعتبار سے آپ تہی دامن نہ تھے اسی لئے آپ کو کاتب وحی ہونے کا شرف حاصل ہے مذہبی علوم میں اتنا درک حاصل تھا کہ صاحب علم وافتا صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ قرآن مجید کی تفسیر اور تاویل پر نظر رکھتے۔ ۱۶۳ حدیثیں ان سے مروی ہیں۔ شعر و ادب کا مذاق بھی رکھتے تھے تقریر بھی فصیح ہوتی تھی۔

سیرت

آپ چونکہ فتح مکہ کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ صحبت نبویؐ سے زیادہ استفادہ کا موقعہ نہ مل سکا۔ اس لئے ان میں علم و عمل کے وہ جوہر پیدا نہ ہو سکے جو اولین و آخرین کا طرۂ امتیاز ہیں۔ تاہم وہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے آپ کا دامن اخلاق

فضائل سے خالی نہ تھا۔ ان کے دل میں خوف وخشیت الٰہی کا اتنا غلبہ تھا کہ مواخذۂ قیامت کے خوف سے لرزہ براندام رہتے تھے۔ اِس کے عبرت آموز واقعات سن کر زاروقطار روتے تھے۔ فیاض تھے۔ امہات المومنین اور عام صحابہؓ کی خدمت فراخ دلی سے کرتے اور اسے اپنے لئے فخر سمجھتے تھے۔

وفات

۶۰ھ میں مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ جب بچنے کی امید نہ رہی تو اہل خانہ کو فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک کرتہ عطا فرمایا تھا وہ میں نے اسی دن کے لئے رکھا ہوا ہے وہ مجھے کفن میں دے دینا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تراشیدہ ناخن مبارک اور موئے مبارک شیشہ میں محفوظ ہیں۔ وہ میرے منہ اور آنکھوں پر رکھ دینا۔ شاید خدا اس کے طفیل اور برکت سے مغفرت فرمادے ۶۰ھ میں ہی انتقال ہوا۔ تجہیز وتکفین وصیت کے مطابق ہوئی ضحاک بن قیس نے نماز جنازہ پڑھائی۔ دمشق میں دفن ہوئے بوقت وفات آپ کی عمر ۷۸ اٹھتر سال تھی خلافت انیس سال اور چند ماہ۔

ازواج واولاد

حضرت امیرؓ نے متعدد شادیاں کیں دو بیویوں سے اولاد ہوئیں ایک بیوی میسون بنت بحدل سے یزید اور ایک بچی پیدا ہوئی۔ اور فاختہ بنت قرظہ سے عبدالرحمن اور عبداللہ عبدالرحمن کا انتقال بچپن میں ہوگیا تھا۔ اور عبداللہ امیر کی وفات کے وقت تک موجود تھا۔

المرشد کی اشاعت اور آپ

اگر آپ المرشد کی اشاعت میں دلچسپی لیں۔ اور اپنے دوستوں کے نام سے چندہ بھجوادیں یا انہیں اس طرف متوجہ فرمائیں تو اس خالص دینی ماہنامہ کی اشاعت بڑھ سکتی ہے۔

المرشد کے مضامین دل ونگاہ کی دنیا میں خوشگوار تبدیلی کا سبب بنتے ہیں آپ خود اپنے لئے اور اپنے احباب کے لئے زیادہ پرچے منگوا کر تقسیم کر سکتے ہیں۔ اس کار خیر میں جو تبلیغ دین اور دعوت دین کی ایک صورت ہے زیادہ سے زیادہ حصہ لیں۔

"ادارہ"

ضرورتِ شیخ

پروفیسر لعل بادشاہ

شیخ سے مراد

تصوف و سلوک میں شیخ سے مراد روحانی رہنما یا روحانی اُستاد ہے جس کو عوام کی اصطلاح میں پیر کامل بھی کہتے ہیں۔ شیخ کامل سے مراد وہ ہستی ہے جو شریعت و طریقت میں کامل ہو اور منازلِ سلوک مکمل طے کئے ہوں داعیٔ تصوف کے پُرخار راستوں سے واقف ہو اور شاگردوں کی مکمل راہنمائی کر سکے۔

خداوندِ عالم نے دنیا کا نظام ایسا بنایا ہے کہ ہر کام کیلئے مخصوص طریق کار وضع ہے معرفتِ الٰہی کا حصول بھی ایک طریقہ سے ہو سکتا ہے۔ جس طرح علومِ ظاہری استاد کے بغیر حاصل کرنا محال ہے۔ اسی طرح علومِ باطنی یعنی روحانیت کا حصول بھی بغیر استادِ کامل مشکل ہے، کیونکہ روح عالمِ امر کی شے ہے۔ اور اس کی جلا کے لئے کثرتِ ذکر کی ضرورت ہے، ذکر سیکھنے کے لئے مرشد کامل کا ہونا لازمی ہے۔ پھر انسان کی ذاتی محنت اس پر اضافہ کرتی ہے۔ ورنہ:

ع یوں ہاتھ نہیں آتا وہ گوہرِ نایاب

بزرگانِ دین نے کئی کئی سال محنتِ شاقہ کر کے تصوف کی منازل حاصل کی ہیں۔ مگر آج کل فقط قرآن و سنت کی موجودگی کا راگ الاپ کر رہبر کی ضرورت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے جو حضرات اس راہ کے راہرو ہیں انہیں سرپرست کہا جاتا ہے۔ ضرورتِ شیخ کے بارے میں چند بزرگانِ دین کی آرا پیش کرتا ہوں۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

اپنی کتاب کلیاتِ امدادیہ میں فرماتے ہیں۔

جب سالک قبلۂ حاجات کی طرف رجوع کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ اُس کو کامیابی اور فوزِ مرام بغیر کسی مرشدِ کامل کی جبہ سائی کے حاصل نہیں ہو سکتیں۔ ایسے کسی مردِ کامل کی غلامی کا طوق گلے میں ڈال کر وسواسِ شیطانی و ہوائے نفسانی سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔ اُس کے لئے ضروری ہے کہ اُس حکیمِ صادق کے تجویز کردہ نسخہ کو استعمال کرے اور اپنے امراضِ باطنی حسد

بخل ۔غرور ۔کینہ ریا اور کبر وغیرہ کا علاج کرے اِن کی جگہ اُس میں علم و حلم ۔سخاوت و خاکساری تحقیر نفس کم خوری ۔کم گوئی ۔ اور کم آرام طلبی جیسے اوصاف پیدا ہو جائیں گے ۔ تب وہ حصولِ الی اللہ کا مستحق ہوگا فرمانِ خداوندی ہے ، یا ایہا الذین آمنو اتقوا اللہ وکونو مع الصدقین ہ اور واتبع من اناب الیؔ ۔ اِن آیات میں امر کا صیغہ استعمال ہوا ہے جو حکم وجوبی ہے ۔ نیز بیعت کرنا ۔کسی مرشد کامل کی حاشیہ برداری کرنا ہی راہی کو منزل کا پتہ دیتی ہے ۔

حضرت امام غزالیؒ

نے اپنی کتاب کیمیائے سعادت کے صفحہ نمبر 33 پر تحریر فرمایا ہے کہ جو کام اہمیت کا حامل ہوتا ہے اُس کی شرطیں بھی بہت ہوتی ہیں ۔ اور اُن کا حصول کار دار و بمقام معرفت کے درجات بغیر محنت اور مرشد کامل کے حاصل نہیں ہوتے اگر یہ دونوں نصیب بھی ہو جائیں تو پھر امداد توفیق الٰہی کے بغیر کامیابی مشکل ہے ۔ اِس کے ساتھ تقدیر ازلی میں یہ سعادت اِس کے مقدر میں لکھی ہو ۔ ورنہ ساحلِ مراد کو پانا مشکل ہے ۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ذکریاؒ

اپنی کتاب تبلیغی نصاب میں صفحہ نمبر 2 3 2 پر شیخ کامل سے وابستگی کو ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں ۔ یا ایہا الذین آمنو اتقوا اللہ وکونو مع الصدقین ہ

الصدقین سے مراد یہاں مشائخ صوفیہ ہیں جب کوئی شخص اِن کے خدام میں داخل ہو جاتا ہے تو اُن کی تربیت اور توجہ اُسے بڑے بڑے مراتب عطا کرتی ہے

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی

تحریر فرماتے ہیں کہ اگر تیرے کام دوسرے کی مرضی کے تابع نہیں تو تو کبھی اپنے نفس کی خواہشات سے انتقال نہیں کر سکتا ۔ گو عمر بھر مجاہدے کرتا رہے جس وقت تجھے کوئی ایسا شخص مل جائے جس کا احترام تیرے دل میں ہو تو اُس کی خدمت گزاری کر اور اپنے آپ کو شیخ کے احکام میں فنا کر دے تب تو حصولِ الی اللہ میں کامیاب ہو سکے گا جب کسی کامل کے دامن سے وابستہ ہو جائے گا بقول مولانا رومیؒ

نفس را نتواں کشت الا ظلِ پیر
دامنِ ایں نفس کش را سخت بگیر

حضرت کبیر احمد رفاعیؒ

بیان المشید صفحہ 287 پر فرماتے ہیں ۔ ذکر اللہ کی پابندی کرو کیونکہ ذکر وصالِ حق کا مقناطیس ہے ۔ قرب کا ذریعہ ہے ۔ جو اللہ کو یاد کرتا ہے ۔ وہ اللہ سے مانوس ہو جاتا ہے اور جو اللہ سے مانوس ہو وہ کامیاب ہو گیا مگر ذکر اللہ صحبت عارفین کی برکت سے دل میں جمتا ہے ۔ صحبت مشائخ پر زور دیتے

ہوئے لکھتے ہیں۔ اس علم کا کیا فائدہ جس پر عمل نہیں اور اس عمل سے کیا نفع جس میں اخلاص نہیں اور اخلاص ایک خطرناک راستے کے کنارے پر ہے۔ اب بتا تجھے عمل کے لئے کون اُٹھائیگا۔ جاننے والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ٥۔ اور یہ جاننے والے مشائخ ہیں۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی اپنے رسالہ الابقاء میں ماہر فن روحانی استاد کی اہمیت پر زور دیا ہے اور فرمایا کہ جب کوئی شخص استاد کے بغیر زردہ پلاؤ تیار نہیں کرسکتا تو پھر ماہر فن استاد کے بغیر اصلاحِ نفس کیسے کرے گا۔ بقول مولانا رومی

؎ ہیچ حلوائی نشد استادِ کار
تا کہ شاگردِ شکر ریزے نشد

اسی طرح انوارِ نبوت کا حصول فیوض و برکاتِ نبوی کا پانا کیفیات، ذوق شوق، محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، فکرِ آخرت سب اولیا اللہ کی خدمت گزاری میں ہیں۔ شیخ کامل کی اہمیت یوں بیان فرمائی ہے

؎ یار باید راہ را تنہا مرو
بے قلاوز اندریں صحرا مرو

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر
ہست بس پُر آفت وخوف وخطر (رومیؒ)

مولانا عبدالرحمن جامیؒ جیسے عارف بھی شیخ کامل کی غلامی کی یوں تعریف کرتے ہیں۔

؎ بکارِ نیک گردد یا درِ تو
بکوئے نیک نامی رہبر تو

؎ چنیں مردے کہ پابی خاکِ اوشو
اسیر حلقۂ فتراکِ اوشو

سعدی شیرازیؒ صحبت اولیا کے اثر کا اظہار یوں فرماتے ہیں۔

؎ جمالِ ہمنشیں درمن اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

از منہ قدیم سے یہ رواج رہا ہے کہ علومِ ظاہری کے حصول کے بعد علوم باطنی کسی مردِ کامل کے دستِ حق پرست پر بیعت کرنے کے بعد مجاہدہ کر کے حاصل کئے جاتے۔

امام غزالیؒ نے حضرت بوعلی فارمدی کی بیعت کی۔ مولانا تھانویؒ، مولانا گنگوہیؒ نے بھی حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی غلامی اختیار کی۔ حضرت مجدد الف ثانی نے سترہ سال کی عمر میں تکمیل علوم کے بعد خواجہ باقی باللہؒ سے تصوف وسلوک حاصل کیا۔

اس طرح اس چیز کے حصول کے لئے کوئی

دہلی سے ملتان کا سفر اختیار کرتا ہے تو کوئی اجمیر سے لاھور کا رخت سفر باندھتا ہے۔ تاریخ تصوف اس بات پہ شاہد ہے کہ بغیر صحبتِ کامل کسی کو بھی مدارج روحانی نصیب نہیں ہوئے۔ زمانۂ گذشتہ پر نگاہ ڈالو تو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ خواجہ شہاب الدین سہروردی خواجہ معین الدین چشتی حضرت علی ہجویری حضرت بہاؤ الدین نقشبند حضرت سلطان باہو رحم اللہ تعالیٰ علیہ کسی نہ کسی شیخ طریقت سے منسلک نظر آتے ہیں۔ ہر دلی نے صحبتِ شیخ سے ہی اخذ فیض کیا ہے۔

کشف المحجوب میں حضرت علی ہجویریؒ

رقمطراز ہیں کہ ایک دفعہ میں کسی جنگل میں اپنے شیخ کو وضو کرا رہا تھا۔ کہ دل میں خیال آیا اے علی کب تک انسانوں سے فیض طلب کرو گے خدا سے مانگو۔ خیال کا آنا تھا کہ مرشد کامل نے فرمایا۔ اے علی قدرت دنیا میں ہر کام کے لئے سبب پیدا کرتی ہے تصوف و سلوک کے لئے مرشد کی خدمت میں رہ کر سیکھنا پڑتا ہے وگرنہ یہ محال ہے۔

حضرت امام غزالیؒ کو حضرت بو علی فارمدی کی خدمت میں گیارہ سال گزارتے کے لئے خرقہ عطا ہوا تو انہوں تبلیغ شروع کی اور کتابیں تصنیف فرمائیں۔ امام فخرالدین رازی بھی ایک ہزار شاگردوں کی معیت میں حضرت نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں اخذِ فیض کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ اور اپنا دامن بھر کر پلٹتے ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ

تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں کہ تصوف کی منازل جو شیخ کی اک نگاہ طے کرا دیتی ہے وہ تنہا آدمی پچاس ہزار سال میں بھی طے نہیں کر پاتا بقولِ رومی

یک زمانہ صحبتے با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

مولانا الیاسؒ اور مولانا محمد زکریاؒ بھی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی نظر کرم سے مقامات سلوک کو طے کر پاتے ہیں۔

جن لوگوں نے دین کو ظاہر کی آنکھ سے دیکھا ہے وہ باطن سے محروم رہتے ہیں، شیخِ طریقت کے بغیر صوفی ریاضت اور مجاہدہ سے مشاہدات، مکاشفات کو پا لیتا ہے مگر مقامات طے نہیں کر سکتا۔ محنتِ شاقہ سے برتن تو صاف ہو جاتا ہے مگر اسے بھرنے کے لئے بھی کسی ہستی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ دورِ حاضرہ میں مشائخ کا نہ ہونا اور دورِ کا اندازِ فکری نے سلوک کا ناپید کر دیا ہے جس کی ترجمانی مولانا روم کرتے ہیں

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
تا بہ ہر دستے نباید داد دست

مگر جب کسی کو شیخ کامل نصیب ہوجاتا ہے تو اُس کے لطائف منور ہوجاتے ہیں۔ شیخ کی ہمراہی میں مقاماتِ اعلیٰ پر فائز ہو جاتا ہے۔ ذکرِ قلبی اور پاسِ انفاس اُس کا معمول بن جاتا ہے سالک کے لئے نشانِ منزل سامنے ہوتا ہے۔ شیخ کی معیت میں منازل طے کرتا رہے گا مگر مجاہدہ شرط ہے پھر دیکھیں اُس کی عملی زندگی میں کیسا انقلاب برپا ہوتا ہے۔

۱۹۸۶ کے پروگراموں کی جھلک

دورۂ بلوچستان ۲ مئی سے ۸ مئی تک۔

اعتکاف آخری عشرہ ۳۰ مئی سے ۹ جون تک۔ دارالعرفان منارہ میں

سالانہ اجتماع دارالعرفان منارہ یکم جولائی سے ۸ اگست تک

روحانی تربیتی پروگرام

(۱) تیسرا۔ ۱۲ ستمبر سے ۱۹ ستمبر
(۲) چوتھا۔ ۱۰ اکتوبر سے ۱۷ اکتوبر
(۳) پانچواں۔ ۱۴ نومبر سے ۲۱ نومبر

اجتماع لنگر مخدوم ۲۳ اکتوبر سے ۲۵ اکتوبر تک

حضرت مولانا محمد اکرم صاحب کا مشرق وسطیٰ میں تبلیغی دورہ

حافظ غلام جیلانی

۳۱ جنوری ۱۹۸۶ء

مدینہ منورہ سے واپسی پر آج مکہ مکرمہ میں پہلی صبح تھی۔ نماز فجر حرم شریف میں پڑھ کر واپس قیام گاہ پر آئے درس قرآن کریم شروع ہوا۔ حضرت نے سورۂ توبہ کی چند آیات تلاوت فرمائیں آیت نمبر ۲۰ تا نمبر ۲۴۔ اور انکی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔ قرآن حکیم کا ایک اصول ہے کہ جب کوئی حکم دیا جاتا ہے خواہ امر کی صورت میں ہو یا نہی کی شکل میں تو بالعموم گزشتہ اقوام کی مثال دی جاتی ہے۔ کچھ کرنے کا حکم ہو تو کسی گزشتہ قوم کی اطاعت کا ذکر کیا جاتا ہے اور جب کسی کام سے روکا جاتا ہے تو گزشتہ اقوام میں سے ان لوگوں کا ذکر کیا جاتا ہے جنہیں کسی کام سے روکا گیا مگر وہ نہ رکے اور اس کی پاداش میں انہیں جو سزا ملی اس کا تذکرہ ہوتا ہے۔ مگر یہاں ان آیات میں حکم بھی عجیب اور مثال بھی عجیب۔ حکم یہ ہے کہ محبت اختیاری میں کوئی بھی اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبوب تر نہ ہو۔ محبت دو طرح کی ہوتی ہے ایک طبعی یہ اضطراری ہوتی ہے دوسری وہ کہ آدمی سوچ سمجھ کر کسی پر فریفتہ ہو۔ اور اپنے اختیار اور ارادہ سے اسے چاہنے لگے۔ یہاں یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ دنیا کی ہر شے مال و دولت، ماں باپ اور بیوی بچوں، عزیز واقارب سے بھی عزیز تر ہو تو اللہ ہو اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور ان کے احکام ہوں اور مثال دی ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی محبت کی اور یوں کی کہ محبت کا حق ادا کر دیا مگر وہ لوگ گزشتہ اقوام میں سے نہیں بلکہ وہ تھے جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی اور وہ تھے صحابہ اکرم رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ یوں لگتا ہے کہ جب اطاعت کی بات آتی ہے تو مثال گزشتہ اقوام کی بیان ہوتی ہے مگر جب محبت کی بات چلی تو مثال دی خود رحمۃ للعالمین کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ کی۔ کیونکہ ان کی محبت مثالی محبت ہے اس معیار کی محبت کی مثال انسانی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ یہاں ان کے اوصاف بیان ہوئے کہ جو لوگ ایمان لائے پھر ہجرت کی۔ انہوں نے اپنی طرز حیات، سوچ کا انداز اور عملی زندگی کو یکسر بدل دیا۔ ماں باپ بھائی

بہن گھر بار سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اللہ کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر نکل کھڑے ہوئے۔ اور ہجرت بھی وہ کی کہ حسی اور معنوی دونوں صورتیں پیش کر دیں، افکار میں عقائد میں نظریات میں اعمال میں اور گھر بار میں ہجرت کا منظر دکھایا اور یہ سب کچھ چھوڑ دینے پر رک نہیں گئے بلکہ اس کے بعد حق کی ترویج کے لئے اپنے رب کا نام اور دین پھیلانے کے لئے ہر اس رکاوٹ کو اپنے راستے سے ہٹانے میں لگ گئے جو کسی شکل اور کسی صورت میں بھی پیش آئی اسی جدوجہد کو اللہ کریم نے جہاد فی سبیل اللہ اور قتال فی سبیل اللہ کے نام سے صحابہ کے اوصاف کے سلسلے میں بیان فرمایا۔ انھوں نے ایک عالم کو خدا آشنا کر دیا انبیائے کرام کے بعد قرب الٰہی میں اس درجے تک کوئی نہیں پہنچا جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پہنچے۔ چنانچہ ان کے اوصاف کے بیان کے بعد اللہ تعالیٰ انہیں بشارت دیتا ہے۔ اپنی رضا کی اپنی جنت کی۔ نعمائے جنت کی اور ان میں ہمیشہ کے لئے رہنے کی یوں لگتا ہے جیسے جنت تو بنائی ہی گئی ان کے لئے باقی لوگ جو وہاں گئے تو ان کے اتباع کے صلے میں۔

پھر پوری امت محمدیہ علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے فرمایا جا رہا ہے کہ اگر تمہارا باپ یا بھائی ایمان کی نسبت کفر کو پسند کرتا ہے تو ان کو اپنا دوست مت سمجھو بلکہ تم محبت کرو تو اس راہ پر چلنے سے جو اللہ ورسول کو پسند ہے اور جس پر چل کر صحابہ کرام نے تمہارے لئے اپنے نقوش پا چھوڑے ہیں۔ پھر فرمایا اے میرے نبی ان سے کہہ دے کہ اگر تمہارے باپ تمہارے بھائی تمہارے اعزہ تمہارے مال اور تمہارے گھر تمہیں محبوب ہونے لگے اور اللہ کے راستے پر چلنے سے روکنے لگے تو پھر اللہ کے حکم کا انتظار کرو کہ وہ تمہارے لئے کس سزا کی اطلاع دیتا ہے۔

درس ختم ہوا تو ساتھیوں کے دل و دماغ پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی آج بعد از نماز عصر حضرت نے صاحب کشف حضرات کو جمع کر کے تحقیق فرمائی کہ معراج شریف کہاں سے شروع ہوا۔ کس مقام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوافل ادا کئے۔ براق کہاں تھا سفر کا آغاز کس سمت سے ہوا۔ اسی طرح ہجرت کا منظر دیکھنے کے لئے تحقیق فرمائی کہ حرم شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس سمت سے آئے نوافل کہاں پڑھے کس دروازے سے نکل کر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر کی جانب گئے۔ حضرت خود نگرانی کرتے جاتے تھے اور جہاں کسی نے سمجھنے میں غلطی کی اس کی اصلاح فرماتے جاتے تھے۔ نماز مغرب سے ذرا پہلے جدہ کے ساتھی زاہد امین صاحب کی معیت میں آ گئے۔ ابوظہبی کے کاغذات مکمل کرا کے لے آئے۔ معمول کیا اور واپس جدہ چلے گئے۔ مکہ مکرمہ کے ساتھی بہت سے نئے ساتھیوں کو لائے جو ذکر میں شامل ہوئے اور حضرت

سے بیعت ہو کر سلسلہ میں داخل ہوئے۔

۴ا جنوری حضرت کی طبیعت علیل ہو گئی جدہ ڈاکٹر کو دکھانے تشریف لے گئے۔ عصر کی نماز کے وقت ساتھی احرام باندھ کر حرم شریف میں بیٹھے تھے۔ حضرت جدہ سے واپس تشریف لائے۔ نماز عصر کے بعد عمرہ شروع ہوا۔ طواف میں عجیب سماں بنتا تھا حضرت آگے اور بیس پچیس ساتھی پیچھے پیچھے، لوگ حیران ہوتے کہ سب باشرع اور نورانی چہرے۔ قریباً ایک ہی وضع قطع کے

اس طرح فطر جہاد میں جو مکان لیا تھا اس میں باجماعت داخل ہوتے تو اردگرد کے مقامی حضرات حیرت سے دیکھتے اور کہتے کل لحیتہ کل لحیہ یعنی سب ڈاڑھی والے ہیں۔ حالانکہ حیرت کا مقام یہ ہے۔ کہ آج اتنی ڈاڑھیاں دیکھ کر وہاں کے لوگ حیران ہو رہے ہیں جہاں سے یہ تحفہ ساری دنیا کو ملا تھا۔

۵ا جنوری ۱۹۸۶ء آج صبح کے معمول میں مقامی احباب کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ حرم شریف میں صبح کی نماز ادا کر کے درس کے لئے بھی لوٹ آئے۔ حضرت نے سورہ احزاب کی چند آیات تلاوت فرمائیں اور ان کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرز حیات سے انسانیت کو آشنا کیا وہ ایسا فطری اتنا سہل اور آسان ہے کہ ہر شخص اس کو بڑی سہولت سے اپنا سکتا ہے۔

ہمارے ہاں یہ عجیب نظریہ پھیل چکا ہے کہ نیک آدمی وہ ہے جو جنگلوں میں رہے۔ اور کسی سے نہ بولے نہ کسی کے غم یا خوشی میں شریک ہو، مگر اس کی بھی ایک وجہ ہے وہ یہ کہ اولیاء اللہ کی سوانح عمری لکھنے والوں نے اولیاء اللہ کی زندگی کے اسی پہلو کو کمال کے انداز میں پیش کیا۔ حالانکہ یہ حالت جسے سکر کہتے ہیں کمال کی علامت نہیں بلکہ اس امر پہ دال ہے کہ تجلیات باری نے انکے ذہن کو اتنا متاثر کیا کہ وہ از خود رفتہ ہو گئے۔ کبھی جنگلوں کی راہ لی کبھی آبادی میں بھی یوں رہے جیسے وہ تنہا ہیں ایسے لوگ معذور ہیں قطعاً واجب التقلید نہیں بہترین طرز حیات وہی ہے جو حضور اکرمؐ نے اختیار فرمایا۔ پھر حضرت نے امام احمد بن حنبل کا واقعہ بیان فرمایا کہ خلق قرآن کے مسئلہ کے دوران ان کی زبان پر صرف ایک جملہ تھا کہ مجھے قرآن کریم سے یا حدیث صحیح سے کوئی دلیل لا دو اور بس۔ لہٰذا بہترین راستہ وہی ہے جو کتاب و سنت نے دکھایا سکھایا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر چلا کر ایک معاشرہ کی تشکیل فرمائی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس راستہ کی نشاندھی فرمائی تو قریش مکہ ایذا دینے پر اتر آئے۔ ہدایت ہوئی اے میرے حبیب انہیں کہہ دے کہ میں اس تعلیم دینے کا کوئی صلہ تم سے نہیں مانگتا ہاں ایک بات پر غور کرو کہ خود تمہارے ہاں جو اقدار چلی آ رہی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ رشتہ داری کا لحاظ رکھا جاتا ہے تو تم اپنی

اس مسلمہ قدر اور روایت کا پاس کرتے ہوئے اتنا تو کردو کہ مجھے ایذا دینے سے رک جاؤ۔ آپ کے چچا ابوطالب نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا کہ قریش کی بات مان لو۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی جواب تو دیا تھا کہ چچا اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند رکھ دیں تو بھی اللہ کی قسم اللہ کے کلام کا سودا نہیں کروں گا۔ اللہ کی بات اللہ کے بندوں تک پہنچانا میرا فریضہ ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انتی جان جوکھوں سے جو طرز زندگی سکھایا وہی فطری سہل اور معیاری ہے جو شخص اللہ کا طالب ہو اور اسے یقین ہو کہ آخرت میں میری کتاب جو کھلے تو اس میں اللہ ہی کا نام ہو اس کی نشانی یہ ہوتی ہے وہ اللہ اللہ ہی میں مگن رہتا ہے سچ کہا عارف نے

جہانِ دل جہانِ رنگ و بو نیست
درو پست و بلند و کاخ و کو نیست
زمین و آسمان و چار سو نیست
دریں عالم بجز اللہ ھو نیست

اللہ آپ کو اس لذت سے آشنا کرے اور اسی پر خاتمہ ہو۔

آج زیارات کا پروگرام بنا حضرت کی معیت میں پانچ گاڑیوں میں ساتھی روانہ ہوئے غار ثور، جبل رحمت عرفات کا میدان، مزدلفہ ہوتے منیٰ پہنچے۔ مسجد خیف میں گئے حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ واپسی پر جنت المعلیٰ گئے ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مزار کی زیارت کی۔ دیگر صحابہ اور صحابیات جو وہاں دفن ہیں انہیں سلام مسنونہ عرض کیا دعا کی اور واپس آ گئے۔ مغرب میں بھی مقامی ساتھی زیادہ تھے۔

۱۶ جنوری

آج صبح کے معمول میں ساتھیوں کی تعداد اتنی تھی کہ کمرے میں سمانہ سکے باہر برآمدے میں صفیں بنا کر معمول کیا گیا۔ ذکر کے بعد درس قرآن کریم شروع ہوا حضرت نے پندرھویں پارے کی آیت وان من شئی الا یسبح بحمدہ الخ تلاوت فرمائی اور تشریح کرتے ہوئے فرمایا قائم بالذات صرف اللہ جل شانہٗ کی ذات ہے، کائنات کا ہر ذرہ اس کے آسرے پر قائم ہے۔ انسان جو اشرف المخلوقات ہے اپنے وجود اپنی بقاء اپنے کمالات کے لئے ہر لمحہ اسی کا محتاج ہے۔ خالق اور مخلوق میں جو تعلق ہے وہ عجیب قسم کا ہے۔ کیونکہ تعلق کے لئے کوئی نسبت شرط ہے مگر ان میں نہ ذات کی نسبت ہے نہ صفات کی صرف ایک نسبت ہے کہ مخلوق اپنے خالق کی حمد وثنا کرے، تو فرمایا کہ کائنات جو مخلوق ہے اس کی ہر شئے اس کی تسبیح کرتی ہے، جو تسبیح نہیں کرتا گویا اس کا وجود ہی باقی نہیں یہ اور بات ہے کہ ہر شئے کی تسبیح کا انداز جداگانہ ہے سوال پیدا ہوتا ہے کہ بشمار انسان ایسے ملتے ہیں جو تسبیح تو کیا اپنے خالق کو جانتے ہی نہیں اور زندہ موجود

بھی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان صرف اس وجود کا نام نہیں جو چلتا پھرتا نظر آتا ہے بلکہ اس وجود کے اندر ایک لطیفۂ ربانی ہے جسے روح کہتے ہیں اگر اس روح کا تعلق اللہ سے قائم رہے تو وہ انسان زندہ ہوتا ہے یہ تعلق قائم نہ رہے تو وہ مردہ ہوتا ہے۔ وہ انسان کی شکل میں ایک جانور ہوتا ہے۔ بدن مادی ہے اس کی ضروریات اس کی خواہشات بھی مادی ہیں اس لئے ایسا انسان ہر وقت ان مادی ضروریات یا تعیشات کے لئے ہی سرگرداں رہتا ہے۔ روح عالم امر سے ہے وہ اگر زندہ ہے تو اس کی خواہشات بھی اعلیٰ دارفع ہوتی ہیں اور اس کی نگاہ انہی پر جمی رہتی ہے۔ کفار کے متعلق بالکل درست کہا گیا ہے کہ ان کے بدن ان کی روحوں کی قبریں ہیں۔

آج احباب کو ہدایت کی گئی کہ بعد از عصر آخری عمرہ ہوگا۔ چنانچہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب کے بیٹے کے ہاں دوپہر کا کھانا کھا کر حرم شریف میں آ گئے نماز ظہر ادا کی۔ گھر آئے احرام باندھے مدینہ منورہ اور جدہ کے ساتھی بھی آ گئے تھے تنعیم گئے، واپس آئے طواف کیا سعی کی عجیب کیفیت تھی۔ ارواح کثیر تعداد میں ساتھ تھے۔ رقت بہت زیادہ تھی، حاضر و غائب کے لئے جی بھر کے دعائیں کیں۔ عمرہ کی قبولیت ساتھیوں کی استقامت علی الدین کے لئے حضرت نے دعائیں کیں۔

۱۷ جنوری آج جمعہ کا دن ہے احباب دو حصوں میں بٹ گئے۔ ابوظہبی جانے والے حضرات سامان سمیٹنے اور ابوظہبی جانے کی تیاری میں لگے رہے ان میں حضرت کے ہمراہ ناظم اعلیٰ، حافظ عبدالرزاق حاجی الطاف احمد سید مقبول احمد شاہ حاجی حبیب الرحمن، ملک مختار احمد اور حافظ غلام جیلانی شامل تھے باقی ساتھیوں کو ابھی یہیں رہنا تھا۔ نماز جمعہ کے بعد جانے والا قافلہ جدہ کے ساتھیوں کے ساتھ جدہ روانہ ہو گیا۔ زاہد صاحب کے ہاں قیام ہوا۔ مغرب کا ذکر جاوید صاحب کے گھر ہوا۔

۱۸ جنوری زاہد امین صاحب نے خوب محنت کی ہے جدہ کے ساتھی ماشاء اللہ خوب مضبوط ہو گئے ہیں جدہ سے ابوظہبی کو روانگی ہوئی ۷ بجے ائیرپورٹ پر پہنچ گئے۔ دس بجے پرواز شروع ہوئی دہران سے ہوتے ہوئے کوئی تین بجے ابوظہبی پہنچے کثیر تعداد میں ساتھی موجود تھے عصر کی نماز قیام گاہ پر آ کر پڑھی۔ الحمدللہ یہاں کثیر تعداد میں ساتھی موجود تھے انتہائی مخلص اور بڑے محنتی۔ نماز مغرب کے بعد ذکر کی محفل ہوئی۔ ذکر اس جذبے سے ہوا کہ حضرت جیؒ کے زمانے کی یاد تازہ ہو گئی عشاء کے بعد بیان ہوا۔ حضرت نے بڑے دلنشیں انداز میں فرمایا کہ بے حد بے حساب شکر ہے اللہ کریم کا کہ اس نے ایک بار پھر حرمین شریفین کی زیارت کا شرف بخشا۔ جو افضل ترین عبادات میں سے ہے، ہر مسلمان کا دل اس مقدس نام پر وجد کرتا ہے۔ کوئی اس حاضری سے سیر نہیں ہوتا۔ بلکہ تجربہ ہے

کہ جسکو جتنا زیادہ شرف باریابی نصیب ہوتا ہے وہ اس کے لئے اتنا ہی زیادہ بے قرار ہوتا ہے۔ آدمی دل کی نگاہ سے دیکھے تو یہاں کا ذرہ ذرہ کسی کی ملاح سرائی میں مصروف ہے کسی کے جمال کا شیدا ہے، وہ ہستی جس نے ساری انسانیت کو انقلاب آشنا کر دیا خدا آشنا کر دیا۔ انقلاب کی ایک خاصیت ہے کہ ہر انقلاب پہلے آثار کو مٹا کر نئے نقوش کندہ کرتا ہے، اس انقلاب نے انسانیت کے دل سے کفر و شرک کے آثار مٹا کر اللہ کا نام کندہ کر دیا۔

ع کر دیا ہم سخن بندوں کو خدا سے تو نے

ہمارے اس دور میں اللہ کریم نے چھپے خزانے لٹا دیئے ہیں۔ پھر بھی چھینا جھپٹی کا عالم ہے ہر ایک۔ دوسرے سے بڑھ کر سمیٹنا چاہتا ہے۔ ساری زندگی پردیس میں کٹ گئی بنک بیلنس بنتے رہے گھر پہنچے تو ادھر سے بلاوا آگیا سب کچھ دوسروں کے لئے چھوڑ کے خالی ہاتھ آگے چل دیئے۔ آج مسلمان پریشان کیوں ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات تو اسی طرح بٹ رہی ہیں وہی کلمہ پڑھتے ہیں مکہ مدینہ بھی جاتے ہیں مگر دل کی دنیا سکون کے لئے ترس گئی ہے، ہاں جو دل یہ فیصلہ کرلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہیں۔ مجھے آپ کا اتباع ہر حال میں کرنا ہے وہ لازماً سکون و اطمینان کی دولت سے مالا مال ہے۔ اور جب یہ بات نہیں تو سکون کہاں سے میسر آئے۔ ہماری کوتاہی نے ہمیں کفران نعمت تک پہنچا دیا دیکھو صحابہ نے کیا کچھ لوٹا۔ اُدھر سے تو اسی طرح لٹایا جا رہا ہے ذرا اپنا دامن تو پھیلا کے دیکھو۔

ابو ظہبی کے ساتھی بڑے مخلص اور محنتی ہیں، انہیں اس بات کی قدر ہے کہ ایسی صحبتیں روز روز میسر نہیں آتیں چنانچہ انہوں نے پانچ روز کی رخصت حاصل کرنے کا اہتمام کر لیا تھا۔ اس لئے ہر وقت سایہ کی طرح ساتھ رہے، صبح و شام ذکر کی محفل میں حاضری کے علاوہ ہر وقت حضرت شیخ کے پاس بیٹھے رہتے مختلف علمی مسائل اور روحانی واردات سے اپنی پیاس بجھاتے رہتے تھے۔ علما حضرات بھی تشریف لاتے رہے سوال کرتے رہے حضرت نے ہر قسم کے علمی عقلی اور تصوف و سلوک کے متعلق سوالات کے ایسے تسلی بخش جواب دیئے کہ عش عش کر اٹھتے تھے۔

۱۹ جنوری آج بعد از نماز عشاء مرکز پاکستان کے وسیع ہال میں جلسۂ عام کا اہتمام تھا اس کی تشہیر اس سے قبل اشتہارات کے ذریعے کی جا چکی تھی۔ ہال حاضرین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ پاکستان کے ناظم الامور وقت مقررہ پر تشریف لائے۔ ساڑھے آٹھ بجے کارروائی شروع ہوئی۔ عرب کے ایک قاری صاحب نے تلاوت قرآن سے جلسہ کا آغاز کیا۔ حافظ عبدالرزاق صاحب کو سلسلے کا تعارف کرانے کے لئے سٹیج پر آنے کی دعوت دی گئی آپ نے آیت لقد من

اپنی استعداد سے زیادہ ہی یہاں سے کچھ لے کر جائیں۔ اس کے علاوہ ساتھیوں کے روزمرہ کی نگرانی بھی کرتے رہے حسب موقع وضرورت مختلف ہدایات اور ترغیبات بھی دیتے رہے اور انتظامی امور میں جناب محمد خان صاحب کی رہنمائی فرماتے رہے۔

دوران اعتکاف معمولات کچھ اس طرح سے تھے

رات دو بجے بیداری حاجاتی تقاضوں اور تہجد سے فارغ ہو کر سحری کھانا پھر اجتماعی ذکر اس کے بعد نماز فجر۔ صبح آٹھ بجے حضرت شیخ اجتماعی ذکر کراتے اور جو ساتھی روحانی بیعت کے لئے تیار ہو چکے ہوتے ان کی روحانی بیعت حضرت شیخ اس وقت کراتے، ذکر کے بعد حضرت شیخ آیات قرآنی کی روشنی میں بیان فرماتے۔ اس کے بعد مختلف جزوی حلقے ہوتے جس میں مختلف اسباق کے لوگوں کو مختلف حضرات کی زیر نگرانی ذکر کرایا جاتا اور ہر ساتھی پہ انفرادی طور پہ توجہ دی جاتی۔ یہ حلقے تقریباً بارہ بجے تک ذکر الٰہی میں مشغول رہتے پھر ڈیڑھ دو گھنٹے ظہر کی نماز سے قبل آرام کے لئے مل جاتے جس میں بعض ساتھی تلاوت کرتے بعض تسبیحات پڑھتے اور بعض آرام کرتے ڈھائی بجے ظہر کی نماز ہوتی اور نماز کے بعد ساتھی اپنی اپنی کلاسوں میں چلے جاتے۔ چار بجے اجتماعی ذکر ہوتا اور ذکر کے اندر حضرت حافظ عبدالرزاق صاحب بیان فرماتے جسے ساتھی توجہ اور ذوق وشوق کے ساتھ سنتے پھر عصر کی نماز حضرت شیخ کی امامت میں پڑھی جاتی۔ نماز کے بعد صحبت شیخ ہوتی جس میں ساتھی اپنے مسائل بیان کرتے اور حضرت رہنمائی فرماتے اور شکوک رفع کرتے۔

تمام تر معمولات میں اس صحبت کی اپنی انفرادیت رہی۔ نماز عصر سے فارغ ہوتے ہی ساتھی تیزی کے ساتھ صفوں سے نکل کر حضرت کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے اگر مٹی میں بھی جگہ ملتی تو وہیں بیٹھ جاتے ساتھیوں کا ذوق وشوق اور ادب وعقیدت دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا میں نے آج تک اس طرح کی محفل کبھی نہیں دیکھی۔ اس موقع پہ اکثر محفل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد آتی تھی کہ صحابہ کرامؓ دربار رسالت میں کس عقیدت و توجہ سے بیٹھے ہونگے آفتاب ہدایت کی روشنی سے براہ راست فیضیاب ہوتے ہوں گے اور دیدار نبویؐ سے مشرف یاب ہوں گے۔ اگرچہ دونوں محفلوں میں زمین وآسمان کا فرق سہی لیکن یہ محفل اس کا حقیر سا نمونہ ضرور تھی۔ اور دونوں میں مشترک بات رضائے الٰہی کا حصول رہی ہے۔ دوران اعتکاف اور خصوصاً حجۃ الوداع کے موقع پر تقریباً مزید پچاس ساٹھ ساتھیوں کی آمد ورفت رہی ہوگی جس میں جناب کرنل علی صاحب بھی تھے۔ موصوف نے تبلیغ کے لئے دلائل السلوک کے مطالعے کو بہترین ہتھیار قرار دیا۔

اعتکاف میں خصوصیت روحانی بیعت کی رہی نئے ساتھیوں کے لئے عرض ہے کہ یہ بیعت صاحب استعداد ساتھیوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس

پر روحانی طور پر مسجد نبوی ؐ کے مراقبے کے دوران حضرت شیخ کرواتے ہیں اس طرح سالک کے اسباق فنافی الرسول تک ہو جاتے ہیں اس اعتکاف میں کل ۲۸ ساتھیوں کو یہ شرف حاصل ہوا جن میں حضرت شیخ کے چھوٹے بھائی حضرت عبد الغفار صاحب بھی شامل ہیں۔ سب سے اول جناب زاہد صاحب کی بیعت ہوئی۔ حضرت موصوف نے کتب خانے کا انتظام سنبھالا ہوا ہے اور سال بھر میں اجتماعات کے علاوہ دوسرے اوقات میں جو ساتھی وہاں پہنچتے ہیں اُن کی خدمت دلجوئی اور تربیت کرتے ہیں

روحانی بیعت کے لئے ان ساتھیوں کا انتخاب کیا جاتا ہے جن کے مراقبات مسجد نبوی تک پختہ ہوں۔ ظاہری لحاظ سے باشرع ہوں اس ضمن میں جو سوالات کئے جاتے ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں:-

۱۔ مہینے میں کتنی بار تہجد ہوتی ہے۔

۲۔ روزانہ تلاوت قرآن پاک کی مقدار

۳۔ یومیہ درود شریف کی تعداد

۴۔ کتنے ساتھیوں کو دعوت دی وغیرہ وغیرہ۔

بعض ساتھی روحانی بیعت کے لئے تقاضا کرتے ہیں اور بے شک اس کی خواہش جزو ایمان ہے اور ہر مسلمان کے لئے ایک اعزاز ہے لیکن ساتھ ساتھ ایک بہت بڑی ذمہ داری بھی ہے کیونکہ یہ ایک عہد ہے شریعت پر چلنے کا اور بد عہدی پر سزا بھی سخت ہے اس لئے ساتھیوں کو چاہیئے کہ اس کا تقاضا کرنے کی بجائے شریعت پر زیادہ سے زیادہ عمل پیرا ہو کر اپنی استعداد بڑھائیں۔ اہل کشف حضرات لمحوں میں یہ استعداد جانچ لیتے ہیں۔ اس لئے چاہیئے کہ ذکر الہیٰ کا زیادہ سے زیادہ اہتمام ہو، تہجد کی پابندی زیادہ سے زیادہ تلاوت قرآن پاک، درود شریف کی کثرت اور سب سے زیادہ ضروری اور استعداد کو تیزی سے بڑھانے کے لئے نئے ساتھیوں کو دعوت دیں۔

دار العرفان میں کچھ وقت گذارنے سے بھی استعداد میں نمایاں اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن مگر یہ بھی اس کے لئے معمولات کی سختی سے پابندی کی جائے۔ روحانی بیعت کے بعد سائل کو چاہیئے کہ وہ اور زیادہ متواضع ہو جائے۔ اگر خود پسندی آگئی تو بہت جلد اپنے مقام سے گر جائے گا۔ اس لئے عاجزی اور شکر کے ساتھ اس کی حفاظت کرے۔

سنا ہے گذشتہ سال کسی سالک نے استعداد ہونے کے باوجود بیعت سے انکار کر دیا تھا اور کہا کہ میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا یہی خیال میرے اپنے ذہن میں آیا تو میں نے حضرت مختار صاحب سے عرض کیا تو حضرت نے فرمایا کہ یہ کفران نعمت ہے آگے آپ کی مرضی پھر غور کیا تو معلوم ہوا کہ میں زندگی کے آخری سانس تک اس قابل نہیں ہو سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کروں

تو پھر بقول حضرت مختار صاحب کہ کیوں نہ اللہ پہ بھروسہ کیا جائے کہ وہی اس کی حفاظت بھی کرے گا۔

روحانی بیعت کے لئے کوئی معیاد مقرر نہیں صرف استعداد شرط ہے ہو سکتا ہے ماضی میں بعض ساتھیوں کو دنوں میں بھی ہوتی ہو۔ اس سال اوسط مدت دو چار سال رہی کسی کو دس سال بھی لگے اور کسی کو چند ماہ۔

ایک چیز جو میں نے بعض ساتھیوں میں دیکھی وہ یہ ہے کہ یہ نعمت ذکر حاصل کرنے کے بعد اس کو دوسروں تک پہنچانے کی جتنی کوشش اور محنت کرنی چاہیئے اس کا احساس کم ہے اس لئے کثرت عبادت کے باوجود ان کے مقامات بڑی آہستگی سے آگے بڑھتے اس نعمت کو حاصل کر کے اپنے تک محدود رکھنے یا سست رفتاری سے آگے بڑھانے کی مثال بالکل ایسے ہی ہوگی جیسے ہم نے اسلحہ تو حاصل کر لیا اور جہاد میں نہیں نکلے جبکہ اردگرد کفر و شرک کی آندھیاں چل رہی ہیں نمازیوں کی تعداد بمشکل پانچ فیصد ہوگی اور باریش مسلمان ایک فیصد سے بھی کم ہوں گے، عام لوگوں میں دین کی سمجھ نہ ہونے کے برابر ہے میدان صحافت اور ساز گار دیکھ کر مغرب کی آندھیوں کا رُخ بھی ہماری طرف ہے۔ آج ہمارے سامنے قانون شہادت کے نفاذ کے خلاف مظاہرے ہوتے ہیں اور اپنی غیرت ایمانی پہ ماتم بھی نہیں کرتے اگر ہمارے ماتحت ہماری حکم عدولی کریں تو کیا ہم اسی طرح خاموش رہیں گے ہرگز نہیں اور اگر کسی مجبوری کی وجہ سے خاموش بھی رہے تو بے چین ضرور رہیں گے کیا مذکورہ بالا واقعہ کے بعد ہمیں بھی کچھ تکلیف اور بے چینی ہوئی تھی اور اگر ہوئی تو کتنی تھی اور کتنے دنوں تک رہی۔ اس سے ہر ایک اپنی غیرت ایمانی کا تجزیہ کرے اور اگر کمی ہو تو اس کا ازالہ کرے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک بڑے عابد کے انجام سے آگاہ فرمایا باوجود اس بات کے کہ اللہ کی یاد میں ہر شئے سے قطع تعلق ہو کر عبادت کو اپنی زندگی بنایا لیکن جب عذاب الٰہی آیا تو وہ غضب الٰہی سے نہ بچ سکا بلکہ دوسرے لوگوں کی نافرمانی پر عدم احساس سے سب سے پہلے وہ اس کا مستحق ٹھہرا۔ اس دنیا میں ہم سے کبھی کوئی سوال زندگی کی آخری سانس تک نہیں ہوگا لیکن روز محشر جب انبیاء علیہ السلام نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے تو ہم لوگ کس کھاتے میں ہوں گے اور جب سوال ہوگا کہ اپنے علم پر کتنا عمل کیا ہے اور یہ بات ہمارے علم میں شامل ہے کہ دین کی ایک بات سیکھ کر دوسروں تک پہنچائی جائے" تو ہم کیا عذر پیش کریں گے؟ اگر کوئی عذر نہیں ہے تو چند دنوں تک غور و فکر کریں شاید کوئی قابل قبول عذر مل جائے اگر نہیں ملتا تو اپنی روش کو بدلیں۔ (باقی باقی)

جنت کے باسی

قادری

اشداء علی الکفار

طواف کرتے ہوئے کسی اعرابی کا پاؤں جونہی چادر پر آیا تو سردار نے پلٹ کر فوراً اعرابی کو تھپڑ کھینچ مارا معاملہ امیر المومنین کی خدمت میں پیش ہوا تو عدل فاروقی کے لحاظ سے اب جبلہ بن ایہم غسانی کو اسی طرح کا تھپڑ قصاص میں لگنا تھا۔ جس کے ڈر سے وہ قیصر روم کے پاس بھاگ گیا۔ جنگ یرموک میں یہی جبلہ بھی ساٹھ ہزار عرب عیسائی قبائل کے ساتھ رومیوں کی ٹڈی دل فوج کی (مقدمۃ الجیش forword line) کی حیثیت سے شامل ہوا۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ کا چونکہ اس کے قبیلے سے تعلق تھا انہوں نے اسے اسلام کی طرف رغبت دلائی۔ رومیوں نے چونکہ اسے حکمرانی کا لالچ دے رکھا تھا اس لئے کوئی اثر نہ ہوا۔

امراء کی مجلس میں حضرت خالدؓ نے فرمایا "کل میں تیس ۳۰ مجاہدین کے ساتھ جبلہ کے لشکر سے جنگ کرونگا" ابوسفیانؓ اور سالار لشکر امین الامتؓ کے اصرار پر یہ تعداد بڑھا کر ساٹھ ۶۰ کر دی گئی۔ اگلی صبح جب یہ ساٹھ مجاہدین حضرت عبداللہ بن عمرؓ، عبدالرحمن بن ابی بکرؓ، زبیر بن العوامؓ، فضل بن العباسؓ وغیرہ رومیوں کے مقابل ہوئے تو جبلہ نے حضرت خالدؓ سے کہا "میرا لشکر جنگ کے لئے تیار ہے تم بھی اپنی قوم کو مقابلہ پر لے آؤ" حضرت خالدؓ نے جواب میں فرمایا "تمہارے ساٹھ ہزار نبرد آزماؤں کے لئے یہ ساٹھ مجاہد کافی ہیں"۔

مسلمان مجاہدین ایک دائرے کی شکل میں دن بھر جبلہ کی فوج سے لڑتے رہے۔ جبلہ کے لشکر نے انھیں ہر طرف سے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ مجاہدین کو ہدایت تھی کہ اس دائرے کو ٹوٹنے نہ دیں۔ اللہ کے سپاہی شانے سے شانہ ملائے دن بھر اللہ کے دشمنوں پر ضرب کاری لگاتے رہے۔ دشمن نے دو دفعہ منہ کی کھانے کے بعد تیسری مرتبہ پوری شدت سے حملہ کیا تو مسلمانوں کو منتشر کرنے میں کامیاب ہو گئے، لیکن مسلمان پھر بھی جگہ جگہ ٹولیاں بنا کے لڑتے رہے۔ آخر رات کی تاریکی میں جنگ رکی تو دشمن

میدان جنگ سے پسپا ہوگیا۔

حضرت خالدؓ واپس اپنے کیمپ میں پہنچے تو ان کے ساتھ صرف بتیس آدمی تھے باقیوں کا کچھ پتہ نہ چلا۔ سالارِ لشکر حضرت ابوعبیدہؓ مشعلیں لیکر تلاش کرنے نکلے۔ میدانِ جنگ میں ڈھونڈتے ہوئے دیکھا۔ دس۱۰ مسلمان شہداء اور پانچ ہزار بنی غسان کی لاشیں پڑی ہیں۔ باقی تیس۳۰ مجاہدین کی تلاش میں حضرت خالدؓ نکلے۔ ایک جگہ اللہ اکبر کی صدائیں سنیں۔ وہاں پہنچے تو پچیس۲۵ مجاہدین دشمن کے تعاقب سے واپس آتے ہوئے ملے انھیں سے معلوم ہوا کہ رافع بن عمیرہؓ، ضرار بن ازورؓ ربیعہ بن عامرؓ، عاصم بن عمرؓ اور یزید بن ابی سفیانؓ پانچوں گرفتار ہوچکے ہیں

جبلہ نے ان پانچوں قیدیوں کو باہان (رومی سالارِ لشکر) کے سامنے پیش کیا اور پچھلے روز کی جنگ کی تفصیل سنائی کہ یہ پانچ ان ساٹھ مجاہدین میں سے ہیں۔ باہان ان کی جرأت اور ہمت پر حیران ہوا کہنے لگا میں کسی بہانے خالدؓ کو قتل کرنا چاہتا ہوں جرجہ کو بلوایا اور مسلمانوں کے لشکر میں بھیجا کہ کسی ایلچی کو بھیجیں۔ حضرت خالدؓ کو اپنے پانچ ساتھیوں کی گرفتاری کا ازحد دکھ تھا۔ وہ انہیں آزاد کرانے کی تدابیر سوچ رہے تھے۔ اب جونہی باہان کا پیغام سنا تو فوراً تیار ہوگئے کہ میں خود جاؤنگا۔

حضرت ابوعبیدہؓ کی طرف سے اجازت ملی سو۱۰۰ مسلح سواروں کو لیکر روانہ ہوگئے۔ باہان کے لشکر میں پہنچ کر سب نے بآوازِ بلند کلمۂ شہادت پڑھا۔ باہان کی کوشش تھی کہ خالدؓ اسے تنہا ملیں۔ لیکن انہوں نے انکار کردیا کہ میں سب سے مشورے کا پابند ہوں۔ آخر باہان نے سبھی کو بلوایا۔ اس کے امراء و کمانڈر سونے چاندی سے مزین کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان اللہ کے سپاہیوں کے لئے زمین پر قالین بچھائے ہوئے تھے۔ لیکن ان لوگوں نے قالین ہٹا دیئے اور زمین پر بیٹھ گئے۔ وجہ پوچھنے پر حضرت خالدؓ نے فرمایا "تمہارے فرش سے اللہ کا فرش پاک بھی ہے اور بہتر بھی" باہان نے لالچ دینے کی بڑی کوشش کی لیکن بے سود۔ حضرت خالدؓ کے خطبے اور بات چیت سے بڑا متاثر ہوا لیکن نہ تو اسلام قبول کرنے کو تیار ہوا اور نہ ہی جزیہ دینے پر۔ آخر سخت برہم ہو کر کہنے لگا "میں تمہارے پانچوں قیدیوں کو بلاکر تمہارے سامنے قتل کروا دونگا"

حضرت خالدؓ نے فرمایا "تم جس موت سے ہمیں ڈرا رہے ہو ہم تو ہر لمحے اسی کی تمنا کرتے ہیں اگر تو نے مسلمان قیدیوں کو قتل کیا تو ہم تجھے اور تیرے ساتھیوں کو جہنم رسید کردیں

گے"۔ باہان اپنی یہ توہین برداشت نہ کر سکا اور اپنی تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اسکے سپاہی بھی سالار کو دیکھ کر تیار ہونے لگے۔ حضرت خالدؓ ایک ہی جست میں باہان کے تخت پر جا چڑھے اور باہان کے سینے پر تلوار کی نوک رکھ دی۔ باقی اللہ کے سپاہیوں نے فوراً تخت کو گھیر لیا۔

حضرت خالدؓ، اب تم یا تمہارے کسی ساتھی نے ہلنے کی جرأت کی تو نوک شمشیر تمہارا کام تو فوراً ہی تمام کر دے گی۔ سلامتی چاہتے ہو تو اپنے سپاہیوں کو حکم دو کہ مسلمان سپاہیوں کو فوراً رہا کر کے یہاں لے آئیں "

باہان کو اپنی جان بچانے کی خاطر یہ سب کچھ کہتے ہی بنی۔ مسلمان قیدی پہنچے تو وہ بھی اپنے ساتھیوں سے گلے ملے حضرت خالدؓ نے فرمایا ہمیں نہایت امن سے رخصت کیا جائے۔ تم قسم اٹھاؤ اور عہد کرو کہ تمہارا لشکر ہرگز مزاحم نہیں ہوگا باہان کے لئے اپنی جان سے زیادہ عزیز تو کوئی چیز نہیں تھی مجبوراً یہ سب کچھ کہا۔ حضرت حضرت خالدؓ مع اپنے ساتھیوں کے گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنے لشکر میں بعافیت واپس پہنچ گئے۔

ع: رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

آپ کی معلومات کے لئے

۱ - حضرت علیؓ کی بیٹی ام کلثومؓ کا عقد حضرت عمرؓ کے ساتھ ہوا جن سے ان کی اولاد زید بن عمر اور رقیہ بنت عمرؓ ہوئے۔

۲ - حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ حضرت عمرؓ نے پڑھائی۔

۳ - حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے نکاح کے گواہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ تھے۔

۴ - حضرت عمرؓ نے خلافت کیلئے جو مجلس شوریٰ منتخب کی اس میں حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص تھے۔

۵ - حضرت علیؓ کے بیٹوں کا نام ابوبکر، عمر اور عثمان تھے۔ جبکہ کل اولاد ستائیس تھی

۶ - امام حسنؓ کے آٹھ لڑکوں میں سے دو بیٹوں کے نام ابوبکر اور عمر تھے۔

۷ - حضرت زین العابدینؒ کے ایک بیٹے کا نام عمر تھا

(رحماء بینھم)

دیکھتا چلا گیا

سیلانی کے قلم سے

ایک خبر:۔ "پنجاب اسمبلی کے ایک رکن نے اپنے پندرہ ساتھیوں کے ہمراہ جو کلاشنکوف رائفلوں تک مسلح تھے تھانہ نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ پر حملہ کر کے دو ملزموں کو ہتھکڑیوں سمیت رہا کرا لیا"

یہ خبر کیا ہے حقائق کا ایک سمندر ہے عبرت کی ایک کتاب ہے۔

مغربی جمہوریت کی برکات کی فہرست میں ایک "قابل رشک" اضافہ ہے۔ "بالغ رائے دہندگی" کے اصول کی عملی تشریح ہے۔ یعنی انتخاب کرنے کیلئے اور منتخب ہونے کیلئے صرف اتنا کافی ہے کہ آدمی بالغ ہو۔ بالغ ہونا وہ خوبی ہے کہ سارے عیب ہباءً منثوراً ہو جاتے ہیں اور ہر خوبی سمٹ کے اس میں سما جاتی ہے۔ یہ دیکھنا کہ جس کام کیلئے انتخاب عمل میں لایا جا رہا ہے امیدوار میں کیا اس قسم کی اہلیت اور صلاحیت بھی موجود ہے یا نہیں، بالغ رائے دہندگی کے اصول کے خلاف ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو کیا اسلام کے نفاذ کے لئے ایسے شخص کو امیدوار بننے کا اہل قرار دیا جا سکتا تھا جو مہم جو ڈاکو ہو۔ اسلام نافذ کرنے کے لئے مغربی لادین جمہوریت اختیار کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص زہر سے تریاق کا کام لینا چاہے۔

چلئے ہمارے بڑوں نے تو اہلیت کو شرط قرار نہیں دیا مگر عوام تو بے شعور نہیں انہوں نے اہلیت کا معیار خود تیار کر رکھا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایسے امیدوار کو ووٹ دو جو پولیس کو مجرموں تک پہنچنے نہ دے۔ اس مقصد کے لئے وہ اپنا اثر رسوخ اپنا منصب استعمال کرے۔ اور اگر پولیس یہ حرکت کر بیٹھے تو اس میں اتنا کس بل ہو کہ طاقت کے استعمال کرنے سے دریغ نہ کرے تاکہ وہ اطمینان سے بلکہ فخر سے کہہ سکیں

ع غنڈے ہیں ہم تو آپ ہیں غنڈوں کے بادشاہ

چلئے مقام شکر ہے کہ ہمارے دانشور سیاست دان جس جمہوریت کے فراق میں ہلکان ہو رہے تھے وہ آ تو گئی۔ اب یہ اسمبلی اسلام نافذ کریگی۔

ع مژدہ باد اے مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے

تبصرۂ کتب

نام کتاب ـــــ ماہنامہ الفاروق

مدیر ـــــ مولانا عبید اللہ خالد

پتہ ـــــ جامعہ فاروقیہ۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۱۰۰۹ شاہ فیصل کالونی نمبر ۴ کراچی نمبر ۲۵

سالانہ چندہ ـــــ ۵۰ روپے ـــــ صفحات ۶۴

جامعہ فاروقیہ ایک عظیم دینی درسگاہ ہے جہاں دینی علوم کی تدریس کا فریضہ ادا کیا جاتا ہے۔ یہ تدریس، تبلیغ واشاعت دین کی ایک ایسی صورت ہے کہ تشنگان علوم دینیہ اپنی دینی پیاس بجھانے کے لئے اس مرکز کی طرف کھچے چلے آتے ہیں جامعہ کے ارباب لبست وکشاد نے غالباً یہ محسوس کیا کہ اس مادی دور میں زندگی اتنی مصروف ہے کہ پیاسے کو کنوئیں کے پاس آنے کی فرصت نہیں اس لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کا تقاضا یہ ہے کہ اب کنواں پیاسے کے پاس جائے چنانچہ اس کی صورت یہ بنائی گئی کہ ماہنامہ الفاروق کا اجرا کر کے گھر گھر پہنچانے کا اہتمام کیا گیا،

الفاروق کی خصوصیت یہ ہے کہ شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ جیسی بیدار مغز شخصیت اس کی نگران ہی نہیں روح رواں بھی ہے۔ پھر اس کے مضامین میں نفس مضمون اور اسلوب بیان کے اعتبار سے قدیم وجدید کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔

پھر اس کے مضامین میں تنوع کا یہ عالم ہے کہ زندگی کے قریباً ہر شعبے میں رہنمائی کا سامان موجود ہے۔ غرض اہل دل، اہل دانش اور اہل ذوق کے لئے ایک گرانقدر تحفہ ہے۔

ا۔ س۔ ع

ایک سوال! جن احباب نے ابھی تک سال رواں کا المرشد کا چندہ ادا نہیں فرمایا وہ کس انتظار میں ہیں ؟

اطلاع! المرشد سے خط وکتابت کا پتہ :-

دار العرفان۔ سب آفس نور پور ضلع چکوال :